ISSN 2393-882X
Date of Publishing : 28-9-2026, Date of Posting 1-15-10-2026

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rs. 7/-

مسلکِ اہلِ حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ

ترجمان دہلی

جریدہ

ابتدائی دور کے مسلمان

ابتدائی دور کے مسلمانوں کی سرگزشت پر ایک نظر ڈالئے ۔ وہ زیادہ تر ساربانی یا کسی قدر سادہ سی زراعت وتجارت کرتے ہوئے قرآن مجید سے آشنا ہوئے۔قرآن مجید کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے مستفید ہوتے رہے۔پھر انھیں اچانک ایشیائی رومی سلطنت اور ساسانی سلطنت سے بہ یک وقت مقابلہ آپڑا اور ان دونوں سلطنتوں کو اس دور میں وہی حیثیت حاصل تھی، جو آج کی دنیا میں روس وامریکہ کو حاصل ہے۔میدان جنگ ہو یا دائرہ نظم ونسق، ایوان عدالت ہو یا فریضہ خدمت خلق، کیا کوئی شخص انکار کرسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے واجبات وفرائض اس انداز میں پورے کیے کہ نہ ان کے زمانے سے آج تک ایسی کوئی مثال ملتی ہے اور نہ ان سے پیشتر کا کوئی دوران کا نقشہ ونمونہ پیش کرسکتا ہے، حالانکہ انہوں نے قرآن مجید کے سوا کچھ نہیں پڑھا تھا اور سنت رسول پاک کے سوا ان کے سامنے عملی روشنی کوئی نہ تھی۔انہوں نے کسی عسکری یا انتظامی اکیڈیمی میں تعلیم وتربیت نہیں پائی تھی، لیکن وقت کی متمدن ترین سلطنتوں کے نہایت زرخیز علاقوں کے نظم وضبط کی ذمہ داری ان پر آپڑی تو اسے ایسے طریق پر پورا کیا کہ دیکھنے والوں کو وہ ایک معجز نما کارنامہ معلوم ہوتا تھا۔

(رسول رحمت: ص ۵۵٦، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نیکی کا ارادہ کرنے پر اجر وثواب

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم، فیما یروی عن ربه عزوجل قال، قال: ”ان الله کتب الحسنات والسیئات ثم بین ذلک، فمن هم بحسنة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة کاملة، فان هوهم بها فعملها کتبها الله له عنده عشر حسنات الی سبع مائة ضعف الی أضعاف کثیرة، ومن هم بسیئة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنة کاملة، فان هو هم بها فعملها کتبها الله له سیئة واحدة (صحیح بخاری :٦٤٩١، باب من هم بحسنة او بسیئة، کتاب الرقاق، مسلم: باب اذا هم العبد بحسنة کتبت واذا هم سیئة لم تکتب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں مقدر کردی ہیں اور پھر انہیں صاف صاف بیان کردیا ہے پس جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن وہ اس پر عمل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مکمل نیکی کا بدلہ لکھا ہے اور اگر اس نے نیکی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں دس بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھی ہیں اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں ایک نیکی لکھی ہے اور اگر اس نے بُرائی کا ارادہ کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اپنے یہاں اس کے لیے ایک برائی لکھی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، وہ بندوں پر بڑا ارحم وکرم کرنے والا ہے، نہایت ہی مشفق ومہربان ہے، اور حد درجہ چاہنے اور محبت کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے فضل عظیم سے بندوں کو اجر وثواب اکٹھا کرنے کے بے شمار مواقع مہیا فرمائے ہیں۔ اور یہی نہیں کہ انسان جب تک نیکی نہ کرے اسے اجر وثواب نہیں ملے گا بلکہ اگر کسی نے صرف نیکی اور بھلائی کا ارادہ ہی کر لیا گر چہ وہ نیکی اور بھلائی کا کام کسی وجہ سے نہ کر سکا تو اس پر بھی رب کریم اپنی بے پناہ رحمتوں سے اجر وثواب کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پر جب غور کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ دین اسلام نے قلوب واذہان کی صفائی کی ترغیب دی ہے اور فکری بے راہ روی، گندی سوچ و فکر اور ہر قسم کی برائی پر قدغن لگایا ہے ساتھ ہی ساتھ اچھا کام کرنے والے کی حوصلہ افزائی اور نوازش کی بات کرتا ہے یہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص صرف اچھا اور بھلا سوچتا ہے تو اس کے اس اچھی اور بھلی سوچ اور ارادہ ونیت کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اجر وثواب کا مستحق ٹھہراتا ہے اور اس کی پذیرائی کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو یہاں تک کہ وہ اسے انجام نہ دے لے، جب اس کو کر لے تو پھر اسے اس کے برابر لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے ڈر سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے اور نہ کر سکے تو اس کے لیے اس نیک ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ دو اور اگر اس نیکی کو عملی جامہ پہنچا دے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔ دس نیکیاں سے لے کر سات سو نیکیاں تک اس کے لیے لکھ دو۔

ہمارے اسلاف ایسے ہی تھے۔ نیکی کے خواہاں وخوگر تھے۔ لیکن اس کے برعکس آج اگر مسلم معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو نیکی کے کام کرنا تو دور کی بات ہے نیکی اور بھلائی کی نیت کرنے والے بھی بہت کم افراد ملیں گے۔ درحقیقت یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے جس کی بدولت ہمارے دل سیاہ ہو گئے ہیں جس کے پاداش میں ہمارے دلوں پر مہر لگا دی گئی، اچھا کام کرنا تو درکنار اچھا سوچ بھی نہیں سکتے۔ حقیقت میں یہ اللہ کی بہت بڑی مار ہے کہ آج سماج ومعاشرہ میں اچھی سوچ وفکر اور خیر وبھلائی کے کام کرنے والے لوگ کم سے کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہوگا، دلوں کی صفائی کرنی ہوگی، برائیوں کو ترک کرنا ہوگا، اپنے اندر ایک دوسرے کے تئیں اچھا اور سچا سوچنے کا جذبہ رکھنا ہوگا ورنہ ہم روزانہ تاریکیوں کے دلدل میں پھنستے چلے جائیں گے۔ ایمان کی اینٹیں کھسکتی چلی جائیں گی اور ہم اتنا دور نکل چکے ہوں گے کہ احساس بھی نہیں ہوگا، جس طرح آج معاشرہ میں خال خال ہی ایسے لوگ ملیں گے جو خیر وبھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خاص طور پر دوسروں کے بارے میں اچھا سوچنا، بھلائی کا ارادہ کرنا، یہ بہت بڑی بات ہے۔ جبکہ دین اسلام کا مزاج یہ ہے کہ انسان اُسی وقت مکرم ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند فرماتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں کا ارادہ کریں اور اس کو عملی جامہ پہنائیں اور برا سوچنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں۔ ساتھ ہی اللہ سے دعا کریں کہ الہ العالمین ہم تمام لوگوں کو خیر وبھلائی کا ارادہ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی خصوصی توفیق ارزانی فرما۔ وصلی الله علی النبی وسلم تسلیما

☆☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

حوثی اور اس کے ہمنوا یہودی بغاوت اور شیطنت کی راہ پر

عالم اسلام اور امت مسلمہ کا خصوصا اور اقوام عالم کا عموماً جب آپ حال واحوال اور مآل جاننے کی کوشش کریں گے تو اس بات کو بہت واضح طور پر محسوس و معلوم کرلیں گے کہ وہ ہمیشہ اپنی ترقی کے ایام سے قطع نظر انحطاط وتنزلی کے بنیادی اسباب اور کمزوریوں کو وقت پر سمجھ نہ سکیں۔ عام کارگاہ حیات کے علاوہ میدان کارزار میں بھی اپنی شکست وریخت کے حقیقی وجوہات کو چھوڑ کر کسی اور دنیا میں کھوئی رہی۔ میں اس طرف اس وقت آپ کا ذہن نہیں لے جانا چاہتا ہوں، جو عام طور پر اقوام کے نیست ونابود اور ختم ہونے کے مشہور ومعروف اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے جسے کسی شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

آ تجھکو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سنان اول طاؤس و رباب آخر

کیوں کہ من جملہ بہت سے اہم اسباب کے ایک سبب یہ بھی ہے۔ اس لیے شمشیر وسنان ہر حال میں اولیت کا درجہ نہیں رکھتے، بلکہ اقوام کے یہاں فتح و ظفر کے جھنڈے گاڑنے کا کام ان دونوں کے بغیر بھی زیادہ پائیدار، بسیار اور برق رفتار ہوتا ہے۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

میں یہی بات کہی گئی ہے۔ یہ بات کسی اور کے یہاں ہو نہ ہو مگر اسلام میں اولیت اور فوقیت اسی کو حاصل ہے۔ شمشیر وسنان تو بہت اضطرار، اجبار اور ظلم بسیار کے بعد ہی استعمال میں آتے ہیں اور دفاع کی ہر قسم جائز ہے۔ اس میں سب سے بہتر، سب سے فائق اور بڑا فرض وطریقہ ''اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن'' ہی ہے۔ یعنی اگر انتہائی ظلم وزیادتی اور خراب حالت پیدا کردی جائے تب بھی بطریقۂ احسن اور سب سے زیادہ بہتری وعمدگی سے پیش آنے کا حکم ہے۔ یعنی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں، اینٹ سے بھی نہیں، ہاں پھول سے بلکہ

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مولانا شہاب الدین مدنی، ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی، مولانا طہ سعید خالد مدنی، مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
حرمین شریفین کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں ۸
حوثی تحریک کا آغاز وارتقاء مختصر تعارف ۱۳
ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ۱۷
امام الہند مجدد عصرؒ کے تجدیدی کارنامے ۲۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۸
جماعتی خبریں ۳۱
بائیسواں کل ہند مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم (اشتہار) ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ــــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

گلدستہ اور غنچہ و گل سے، بلکہ اس سے بھی کوئی اور بہتر طریقہ ہوسکتا ہے، اس کے ذریعہ دینا ہے۔ ویسے بھی ادنیٰ عقل انسانی بھی اس بات کا ادراک کرتی ہے کہ شر سے شر کا دفاع کرنا عام حالات میں صحیح نہیں۔ کیا کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ گندگی کو گندگی سے صاف کیا گیا ہو اور اس پر طاہر و مطہر کا حکم بھی لگ جائے۔ چہ جائیکہ وہ اور نجس در نجس ہوتا چلا جائے۔ اس لیے اسلام میں ''اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن '' فرمایا گیا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت الٰہی کو عام کرنے کی کوشش کی اور اس میں آپ کامیاب و کامران ہوئے۔

سر دست بات یہ چل رہی تھی کہ قومیں اپنی ناکامی، شکست اور انحطاط و زوال کے وجوہات کا پتہ بروقت نہیں لگا پانے کی وجہ سے نیست و نابود ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی ان کی بھول اور نادانی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اسے ان دیکھی کرتی ہیں، اس کی تاویل باطل پر اتر آتی ہیں اور اس کی وجہ کچھ اور تلاش کرتی ہیں۔ چاہے انہیں دور کی کوڑی ہی کیوں نہ لانی پڑے۔ خوارج نے اسلام کے مد و جزر کو روکنے کی کیسی حماقت اور جہالت کی، سفہاء الاحلام اور حدثاء الاسنان نے کس طرح اجتماعیت، اخلاق اور نظم و ضبط کو پارہ پارہ کیا، کیسے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو سبوتاژ کیا، کیسے ان کی صفوں میں دراڑ پیدا کیا، اور کیسے ان کی طاقت کو توڑا اور بازوئے ایمان و اسلام کو موڑا؟ اور کتنے ہی ان کے خوشنما اور فلک شگاف نعرے تھے جس نے کتنوں کو گرویدہ بنالیا اور کتنوں کو مرعوب کر دیا، ان کے کتنے ہی پرجوش اور برانگیختہ کرنے والے شعار تھے، جس نے نوجوانوں کے خون کھولا دیئے اور خاک و خون میں ان کو ملا دیئے۔ آج بھی فلسطین کا نام لے کر غزہ کو زمیں بوس کر دیا، اس کی بیجا للکار نے اس تاریخی اسلامی شہر کو مٹا دیا۔ انہوں نے موت بر امریکہ موت بر اسرائیل کے نعرے لگائے، عربوں پر میزائل برسائے اور ان نعروں سے ساری دنیا کو عموما اور عربوں کو خصوصا اس کے سب سے بڑے مسیحا سعودیہ کے خلاف ورغلایا۔ ان کے عدل و انصاف، آیات و آحادیث، منہجیت اور تشدد و تمسک کے دعوائے طویل و عریض تھے جس نے خلیفہ وقت اور اسلاف کرام کو تکفیر کی درانتی پر چڑھا کر لامتناہی فتنوں کو جنم دیا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ مسلمان باہم دست و گریباں ہوئے، سورش و شر کا دور دورہ ہوا اور رؤساء، امراء اور خلفاء راشدین تک قتل کر دیئے گئے ''**وما عنکم خبر الخوارج ببعید** '' خوارج کا فتنہ کسے معلوم نہیں اور اس کی سنگینی، ہلاکت خیزی اور اس کی مادی و معنوی بربادی کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے؟ لیکن اس سب کے باوجود قوم اسی کی گرویدہ رہی ہے اور ان عوامی ہیروؤں کے سامنے قرآن و حدیث کے مفسر، دین کے فقہ و فہم کے امام اور دعائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مصداق حضرت عبداللہ بن عباس حبر الامۃ کی بھی کوئی سننے والا نہ تھا۔

دراصل ایسے پرفریب نعروں کا نشہ کچھ ایسا ہی ہوتا ہے خصوصا جہاں دین و ایمان اور کفر و اسلام سے مسئلہ جڑا ہوا ہو تو فتنہ کا نشہ دوآتشہ ہوجاتا ہے اور ایسا جادو بن جاتا ہے کہ سر چڑھ کر بولتا ہے اور اس وقت کسی کی کوئی نہیں سنتا اور نہ سوچنے سمجھنے کا موقع کوئی ہاتھ لگنے دیتا ہے۔ اور عوام کالانعام اور نوجوان نادان کو اس کے علاوہ کچھ سوجھتا بھی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد اور'' **اقضاھم علی** '' کے خطاب یافتہ، دنیا کے سب سے بڑے کھرے کھوٹے کے درمیان فیصلہ کرنے والے پر اور ''**لافتی الا علی ولا سیف الا ذو الفقار**'' جیسی اپنی بے اصل روایت کا شعار لیے ہوئے ہونے کے باوجود ان پر کفر کا حکم لگانے کے درپے یہی پرجوش نوجوان تھے۔ جن کے تمام فلسفہ دین و ایمان اور فسانہ استنباط و استدلال قرآنی و ایمانی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک لفظ کے ذریعہ مٹا دیا تھا اور ان کی بے راہ روی، فتنہ پروری، سارے فکر و فن اور ایمان و تقویٰ کے غبارے کی ہوا نکال دی تھی، مگر وہ اپنے فتنوں سے باز نہ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی اداکاری اور تقویٰ شعاری کا پردہ اس ایک جملے سے فاش کر دیا تھا ''**کلمۃ حق ارید بھا الباطل** ''۔ کیوں کہ خوارج کے ''**ان الحکم الا للہ** '' والی آیت کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے فاتح و مدبر، حضرت ابوموسیٰ اشعری جیسے فقیہ اعظم، حضرت علی جیسے قاضی و صاحب رائے اور شیر ببر اور حضرت معاویہ جیسے داھیۃ العرب سیاستداں رضی اللہ عنہم اجمعین کے حکم کو سننے اور ماننے سے انکار کرنے کی قلعی کھول دی تھی۔ مگر خوارج کب ماننے والے تھے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ خوارج دین سے ویسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر کمان اور شکار سے نکل جاتا ہے۔

دراصل اسلام میں عبادات محضہ کے ساتھ ایک مومن کو نظم اور ڈسپلن کے ساتھ رہنے کا بھی مکلف کیا گیا ہے اور اس میں حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا حکم ہے۔ دین و دنیا اور آخرت میں اس کی جواب دہی بڑھ جاتی ہے۔

بلکہ زمین میں کسی بھی طرح کے فساد اور بگاڑ حتیٰ کہ سب سے بدترین چیز خوں ریزی بھی اسی بدامنی و بدنظمی کی پاداش میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر ناحیہ سے اسے ناپسند کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ''اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' نیز ارشاد گرامی ہے: ''ان اللّٰہ لَا یُحِبُّ الْفَسَاد''۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار یہ ہدایت فرمادی ہے اور ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا'' کی تاکید کے بعد ''وَلَا تَفَرَّقُوْا'' کی تاکید کی ہے۔ دنیا کے احزاب اور سیاسی پارٹیاں، قومی وملکی اور محلی جماعتیں اور سماجی تنظیمیں اگر اختلاف اور نفاق وشقاق کی شکار ہوں اور ٹکڑوں میں بٹنے لگیں تو شر کے دروازے بے محابا کھلتے چلے جاتے ہیں، لیکن اگر یہی تفرقہ اور فساد و بگاڑ دین کے نام پر ہونے لگے تو شر مستطیر کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اور بہت دیر تک ملک وملت اور انسانیت کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ مالک الملک اور خالق کون ومکان کیا کہتے ہیں: ''اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ'' گویا کہ دین کے نام پر جو بھی تفرقہ، بٹوارہ، علیحدگی، گروہ بندی اور بدنظمی ہوگی اس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری اور بیزار ہوں گے۔ دراصل نبی کی بعثت ہی ساری انسانیت کو اخوت کی ایک لڑی میں پرونے کے لیے ہوئی تھی۔ اسلام کسی باطل نسلی، قومی، خلقی، خلقی، جغرافیائی اور رنگ ونسل اور زبان کی بنیاد پر نہیں بلکہ دین اسلام کی بنیاد پر اخوت انسانی کو چاہتا ہے۔ جس میں امن وآشتی محبت اور سب کے مفادات کی حفاظت کی ضمانت ہو، جہاں صرف اخوت کافی نہیں، ورنہ کہیں نہ کہیں اس میں بھی دراڑ اور رخنہ پڑ سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی نظم وضبط جو رب العالمین کو پسند ہے اور جو اس کا متعین کیا ہوا نظام ہے، اس پر گامزن ہونا ہر طرح کے شر وفساد، ٹکراؤ اور نفاق وشقاق سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے۔

اللہ رب العزت والجلال نے کل کائنات کو پیدا فرمایا اور اس کو مضبوط اور قوی ترین انتظام کے تابع وماتحت رکھا، ورنہ اتنا مستحکم نظام بکھر کر رہ جائے۔ اس میں سب سے بنیادی بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ اس کا کل نظم ایک ہی ذات کے ہاتھ میں ہے۔ ''لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا''

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی نظام کو چلانے کے لیے ایک سربراہ اعلیٰ کا ہونا ضروری ہے۔ بقیہ سب اس کے تابع فرمان ہوں اور وہ سب آپس میں مربوط ومنظم ہوں۔ اس کی فکرمندی اور شورائیت (غوغائیت نہیں) ہر حال میں تائید وفرماں برداری کے ساتھ ہو تب کوئی نظام چل سکے گا، کوئی گھر آباد رہے گا، کوئی فیکٹری چل سکے گی اور کوئی ملک ترقی کر سکے گا۔ ورنہ سب ٹکڑوں میں بٹ کر تاش کے پتوں کی طرح بکھر جائیں گے۔ ''فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ'' کا سماں بندھ جائے گا۔

اگر دو خدا ہوتے سنسار میں
تو دونوں بلا ہوتے سنسار میں
ادھر ایک کہتا کہ میری سنو
ادھر ایک کہتا میاں چپ رہو
خطرناک ہوتا زمانے کا رنگ
ہوا کرتی ہر روز دونوں میں جنگ

گویا عقلاء کے لیے سب سے بڑی بنیاد، جڑ اور اصل توحید کی امانت اور ایمان ہی ہے۔ دنیا کے سارے اعمال دینیہ کو تو سب مانتے ہیں، دنیویہ بھی اسی کے مرہون منت ہے۔ قرآن کریم نے متعدد معبود اور شرک کے نقصانات اور مضرات آخرت کو تو چھوڑو کہ دنیاوی زندگی میں بھی اتنا بیان فرمادیا ہے کہ چشم عبرت اور دیدۂ بینا کے لیے سرمہ اثمد وشفاء ہے۔ نماز، جس کی ادائیگی کے بغیر انسان مسلمان نہیں بچ سکتا۔ جس کو چھوڑنے کی وجہ کفر وشرک کے سرحدیں اور ڈانڈے سیدھے مل جاتے ہیں، کے بارے میں بھی اجتماعیت اور نظم وضبط کو انتہائی سلیس طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اتنی عظیم الشان عبادت بھی بلا اجتماعیت اور نظم کے ہرگز قبول نہیں۔ ''وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ'' کا حکم یونہی نہیں ہے۔ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اور ایک امام کے پیچھے پڑھو۔ تمام عقلاء زمانہ، فضلائے امت، سربراہ وحکمرانِ عالم اور سپر پاور قیصر وکسریٰ بھی اکٹھا ہو جائیں تو ایک امام کے پیچھے اور اسی کے اشارے پر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ادا، حرکات وسکنات، قیام وقعود، دل وزبان اور اعضاء وجوارح کی مکمل پیروی کے ساتھ بجالانے کا نام نماز ہے۔ ورنہ اگر ادنیٰ وسوسہ بھی اپنی امامت وسیادت اور علمیت کا جاگا، تو صاف صاف کہہ دیا جائے گا:

تیرا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

حد تو اس وقت ہو جاتی ہے جب امام غلطی کر دے تب بھی اس کو معذوری کی سرٹیفکیٹ دے کر بلا اس کے عذر ومعذرت کے خود اس کی طرف سے بدرگاہِ الٰہی تنبیہ نفس امارہ کرتے ہوئے اس کے نہ ماننے پر بھی اس کی اقتدا کرنی

چاہئے۔یعنی سبحان اللہ آپ سب کے کہنے کے باوجود وہ نہ مانے اور غلطی سے نماز میں کمی وزیادتی کردے تب بھی اس کی بات ماننا اوراس کے پیچھے پیچھے چلنا آپ کا فرض ہے۔وہ قیام کے بجائے قعود کررہا ہے،قعدہ کے بجائے قیام کررہا ہے، آپ کی تسبیح کے باوجود وہ ایسا کررہا ہے تب بھی اس کی اس غلطی میں بھی آپ کوہی اس بات مان کر چلنا ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی میں اجتماعیت اور بیت المال کے قیام میں تو بہت سے حکماء دین ودنیا، علماء کرام جیسے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مطابق مسلمانوں کے سارے مسائل ومشکلات کا حل ہے خصوصا مالی حالت مستحکم ہوتی ہے، جوقوموں کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔نیز اس اجتماعیت اورنظم کے بغیر زکوۃ بھی ادانہ ہو۔

روزہ خالص بندے اوراس کے آقا کے درمیان کا معاملہ ہے،مگراسے بھی ہلال وچاند سے لے کرتراویح وقیام اور دیگر احکام تک ایک دوسرے سے مربوط ومنظم کردیا گیاہے۔

حج تو ایک ایسا اجتماع ہے جس میں قدم قدم پر اور انتہائی نازک اور ناخوشگوار مواقف واماکن واحوال میں بھی اجتماعیت اور قیادت وسیادت کی ضرورت پڑتی ہے۔حجاج بن یوسف ثقفی جیسے ظالم اور خلاف سنت مصطفیٰ نماز کو موخر کردینے والے اورحج کے خطبہ کوطول وطویل کردینے والے کی اقتداء کوصحابہ کرام نے کیوں برداشت کیا؟ دراصل سلفیت ومنہجیت اگرکسی کوسیکھنا ہوااوراس پرعمل پیرا ہونا ہوتو ان سے سیکھے اورسب سے بڑے متبع سنت صحابی رسول ”ولی من اولیاء اللہ“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔جو بڑی متانت اور ملائمت سے ایک مرتبہ صرف اتنا کہتے ہیں۔ ”ھجر ان اردت السنة“ سنت کی راہ ضرور دکھاتے ہیں مگر اصحاب جور وظلم حکمرانوں اور اماموں اور امیروں کے ایسے سنگین اور خلاف سنت کاموں کو برداشت کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت اور تعلیم کونہیں بھولتے۔ایک ہم ہیں کہ ایک سنت کے احیاء اورعمل کے نام پر ہزار بے راہ روی اور فساد وبدنظمی حتی کہ فتنوں کی راہیں کھول دیتے ہیں جو بسا اوقات اس سنت سے کہیں زیادہ اہم ترین سنتوں کے انکار منکر کے آداب شرعیہ اوراصول مسلمہ کی دھجی اڑاتے ہیں اوراسے منہجیت اور سلفیت اورسنت کا نام دیتے ہیں۔امر بالمعروف کا نام دیتے ہیں اورمنکرات کا انبار لگاتے ہیں۔حالانکہ یہ بدیہی امر اوراصول ہے کہ انکار منکر اوراداء سنت پر اگراس سے بڑا یا زیادہ منکر اورمضرات کے مرتب ہونے کا خدشہ ہوتو اس سنت اورانکار منکر پرعمل نہیں کیا جائے گا۔

تم ذرا نظام عالم پرغور کرو۔اگر یہ چمکتا ہوا چاند جس کی تم افادیت و ضرورت کوتسلیم کرتے ہو اور جس سے نظم عالم کوقائم ودائم رکھنے، روشنی حاصل کرنے، گنتی پوری کرنے،حساب وکتاب کرنے، روزہ رکھنے جیسے بے شمار فائدہ اٹھاتے ہو وہ اگر سورج کے پیچھے چلنے سے انکار کردے تو تم جانتے ہو کتنے دھماکے اس کرۂ ارض پر واقع ہوں گے۔؟اور کیا پوری کائنات ایک دھماکہ بھی برداشت کرسکے گی۔”وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا. وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا “سورج کے پیچھے لگنے اور روشنی حاصل کرنے، نظام لیل ونہار کو چلانے کے لیے سالہا سال سے بلا تھکے ہارے اور اکتائے ہوئے کیوں کر گوارہ ہے۔کیا یونہی رب نے اس کی قسم کھائی ہے؟ آخر یہ سورج کا پچھلگوا کیوں بنا ہوا ہے؟اوراس میں کیا راز پوشیدہ ہے کہ اتنے عرصے سے اسے اگوائی کی نہیں سوجھی اور کیا اللہ جل جلالہ وعز شانہ نے یونہی قسم کھائی ہے اورسائنس نے اس سے متعلق جتنے راز کائنات کے بارے میں اگل دیئے ہیں یا انکشافات کیے ہیں اورسورج وچاند وغیرہ کونظم و ضبط سے چلنے کی بات بتائی ہے اسے کافر بھی ماننے پر مجبور رہے،کسی علوم و سائنس کی ان کو حاجت نہیں۔ایمان والوں کی تو بات ہی مت کرو۔اللہ تعالیٰ کی اس حکمت اورتخلیق چاند وسورج اور اختلاف لیل ونہار کو جس طرح نظم کا پابند بنایا ہے اور کل کائنات اسی پر قائم ہے،اس پر وہ مکمل ایمان رکھتے ہیں۔”والقمر قدرناہ منازل“ آخر یہ درجہ بندیاں اور حد بندیاں اور منزلیں ومحطاط کیوں کر ضروری ہیں اور کیا پانچ سال یا تین سال کے ٹرم کا کام ہے۔”لا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ“ آخر نظم وضبط، رفتار وگفتار، توازن وتقدیر تعین اوراس کی ٹائمنگ اور اسپیڈ کو ہزاروں لاکھوں سالوں سے چلتے رہنے میں کوئی عار ہے؟ کوئی انا ہے؟ کوئی جلدی اور تھکان ہے؟ پھر ٹریفک اور یاتایات کے اتنے پرابلم اور جھمیلے کیوں روز روز جھیلے جارہے ہیں اورسمسیائیں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔دراصل کوئی روٹ پر چلنا اور مقدار ورفتار کو ماننا چاہتا ہی نہیں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کو بے راہ روی اور منمانی کا حق حاصل ہے۔اپوزیشن کا کردار دین واخلاق میں بھی خصوصا مسجد ومدرسہ، جمعیت و جماعت اورتنظیم اورسوسائٹی میں ہر حال میں ضروری سمجھتے ہیں۔ہرآدمی اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے رخنہ اندازی کرنے کا تاکہ جوکچھ بھی بھرم باقی ہے، کام ہورہا ہے وہ

رک جائے۔

آہ! یہ امت خرافات میں کھوگئی اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ ”وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا“۔

آج اوپر سے لے کر نیچے تک ہر سطح پر دیکھو! نظام سے بغاوت کو ہی حالات کے بدلاؤ کا ذریعہ اور راستہ بتایا جارہا ہے۔ ایک گھر سے لے کر عالمی سطح تک کے مسائل میں فرد سے لے کر جماعت تک، ملک سے لے کر ملت اور اقوام عالم تک، کوئی بھی نظم وضبط کے تابع رہ کر چلنا نہیں چاہتا۔ ہر فرد یہ چاہتا ہے گھر میں، تجارت میں، سروس اور وظیفہ میں منمانی اور بے ضابطگی کرے، آفس میں منمانی کرے، گھر کے نظام کو خراب کرے، تجارت میں گھپلا کرے۔ نہ دین کی نہ قانون شریعت کی نہ اخلاق کی نہ ایمان کی، نہ وضعی قانون کی پاسداری کرے اور نہ کسی طرح اپنے شعار اور تعلیمات کی پاسداری کرے۔ اس کے باوجود ہر شخص چاہتا ہے کہ نظام قائم رہے۔ ہر کام آسانی اور انصاف اور عدل کی بنیاد پر ہوتا رہے۔

مشین میں ایک ادنیٰ پرزہ خراب یا فاسد ہوجائے، پیٹرول اور ایندھن تھوڑا کم ہوجائے، چابی کھوجائے تو کام ٹھپ ہوجاتا ہے اور تم اتنے بڑے نظام عالم اور دستور کائنات، فطری واخلاقی اور انسانی اقدار کو بٹہ لگا کر، اس میں سیندھ لگا کر اور اس کی مخالفت کر کے تم چاہتے ہو اصلاح وترقی کے ہر مرحلے اور زینے کو پار کرلیا جائے تو

ایں خیال است و محال است و جنوں

لہٰذا ہر آدمی نظام کائنات، حیوانات، جمادات، فلکیات، ارضیات، طبیعات اور سماویات کا مشاہدہ کرلے اور مربوط ومنظم ہونے میں اپنا کردار ادا کرے۔ زندگی کے ہر معاملے میں اور ہر سطح پر اس نظم کو برقرار اور مربوط کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے اور اس سلسلے میں کسی طرح کی کوتاہی، اکتاہٹ، پریشانی اور بے اطمینانی کا اظہار نہ کرے۔ تب یہ نظام صحیح طریقہ سے چل پائے گا۔ ورنہ آپ کا گھرانہ، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور اصلاح اور ترقی کا ہر قدم فساد اور تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور ”لن يصلح العطار ما افسده الدهر“ کے مصداق ہوگا۔

اہل یمن جو شمالی وجنوبی تقسیمات، آپسی نزاعات اور مختلف بلاکوں میں بٹنے کی وجہ سے آپس میں کٹ مر رہے تھے، ان کی اقتصادی، معاشی اور سیاسی زبوحالی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور اس پوری مدت میں سعودی عرب ایک محسن پڑوسی کی طرح عربی اور مسلم بھائی ہونے کے ناطے صلح وصفائی کے علاوہ ان کی اشک شوئی اور مالی مدد کرتا رہا۔ اس کی بڑی قربانیوں، جانفشانیوں اور کوششوں سے دونوں ملک ایک ہوئے۔ اس عظیم کارنامے پر اس کو انعام ملتا، دونوں جرمنی کو ایک کرانے میں کوشش صرف کرنے والے کو جس طرح ایوارڈ ملا، اسی طرح سعودی عرب کو دنیا ایوارڈ کا حقدار سمجھ رہی تھی اور انتظار کررہی تھی کہ اس کو اس کا تمغہ اور ایوارڈ ملنا چاہئے۔ مگر وہاں کے مٹھی بھر حوثیوں کا تخریبی کارروائیوں کے ماہرین ممالک نے دین دھرم بدلوایا، وہ زیدیوں کے کسی قدر معتدل عقیدہ کے علی الرغم غلو وتشدد اور انتہائی افراط وتفریط پر مبنی فرقے کا روپ دھار کر اپنے ہم مسلک وہم مذہب لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاکم وقت اور دستوری حکومت کے خلاف بغاوت کی اور خونریزی اور فساد فی الارض کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کی چیرہ دستیاں یہیں پر نہیں رکیں بلکہ ایک محسن، امن پسند اور عربی واسلامی بھائی پڑوسی ملک سعودی عرب پر مفسدانہ وار اور حملے شروع کردیئے اور عوام اور عام مواطنین ومطمئنین کو پیہم نقصان پہنچایا اور خوف ورعب میں مبتلا کیا۔ اور اس سلسلہ میں اسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بنا رہا۔ تا آنکہ سعودی عرب کو اپنے تمام حلفاء کے ساتھ اس کی سرکوبی کرنی پڑی۔ اب اس کے مفسدانہ حملے باب المندب کے بحری وسمندری راستوں میں فساد مچانے، عربوں کو نقصان پہنچانے، ان کی تجارت کے اہم راستے روکنے کا کام کررہے ہیں۔ وہ اسرائیل اور امریکہ کو برملا گالیاں دے رہا ہے اور کھلی دھمکی اور موت کی بددعا منہ بھر بھر کردے رہا ہے۔ کھلم کھلا بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے امریکی واسرائیلی جہازوں کو بحفاظت گزار رہا ہے اور سعودی عرب کے جہازوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ حتی کہ حرمین جیسے امن وآشتی اور امن کے گہوارے کو اپنے دہشت گردانہ حملوں، آتشی اسلحوں اور میزائل سے تقدس کو پامال کررہا ہے۔

یمن کا یہ ابرہہ اپنے نشے میں دھت اور اسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بنا مکہ ومدینہ پر حملہ آور ہے۔ غزہ پورا برباد ہوگیا۔ وہاں کی آبادی قبرستانوں میں تبدیل ہوگئی۔ اس کے اہالیان بھوکوں مررہے ہیں۔ تقریبا ایک لاکھ خانما برباد ہوگئے۔ ان کے میزائل دھرے کے دھرے رہ گئے۔ سعودی عرب یمن کی آبادی کو بچانے کی فکر میں اپنے آپریشن کے مشن کو بیحد محتاط انداز میں جاری رکھے ہوئے ہے۔ لیکن عنقریب ابابیل ”كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ“ اور بھُس بنانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حوثیوں اور اس کے ہمنواؤں کے کید ومکر کی تضلیل کردے۔ سارے جہاں کے مسلمانوں کو اس چھپے دشمن کو پہچاننے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

تحریر: ڈاکٹر عبدالمحسن محمد القاسم (امام وخطیب مسجد نبوی شریف)

اردو قالب: آصف تنویر تیمی (استاد جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار)

حرمین شریفین کی فضیلت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور اپنی مخلوقات پر اس کے فضل وکرم کی نمایاں علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی مخلوقات میں سے بعض کو خصوصیات اور امتیازات عطا فرمائے۔ اور بعض کو دوسروں پر فضیلت دی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾ [القصص:۶۸] ترجمہ: ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے اپنے پیغام کو پہنچانے کے لئے بعض کو منتخب فرمایا، انسانوں میں سے رسولوں کو چنا، اور مہینوں، راتوں اور دنوں میں سے بعض کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی۔ اسی طرح اس نے بعض مقامات کو بعض دوسرے مقامات پر فضیلت دی، اور ان میں سے حرمین شریفین کو ایسی خصوصی خصوصیات سے نوازا جو دوسرے مقامات کو حاصل نہیں۔

حرمین کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھنے کے اہم اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی فضیلت اور خصوصیات کا علم حاصل کیا جائے اور لوگوں کو ان کے فضائل سے آگاہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر حرمین شریفین کے فضائل سے متعلق قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث کو یکجا کیا گیا ہے تاکہ عوام وخواص کو فائدہ ہو۔

مکہ مکرمہ کے فضائل: مکہ کے نام: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے متعدد نام ذکر فرمائے ہیں، جو اس کی عظمت وشرافت کی دلیل ہیں:

(1) مكّہ: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ﴾ [الفتح:24] ''اور وہی اللہ ہے جس نے مکہ کی سرزمین میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔''

(2) بکّہ: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ [آل عمران:96] ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، وہی ہے جو بکّہ میں ہے، بابرکت ہے۔''

(3) اُمّ القریٰ: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الشوریٰ:7] ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے گرد وپیش رہنے والوں کو خبردار کریں۔''

(4) البلد الأمین: ﴿وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ [التین:3] ''اور اس امن والے شہر کی قسم۔''

(5) البلدة: حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''أي بلد هذا؟ قلنا: الله ورسوله أعلم. قال: أليس البلدة؟ قلنا: بلى'' (متفق علیہ) ترجمہ: ''یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ خبر ہے۔ آپ نے کہا: کیا یہ بلدہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں''۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مکہ کی تعظیم:

(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ﴾ [البلد:1] ''میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں''، یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم کھائی ہے، اور وہ پاک ذات عظیم ہے؛ وہ صرف عظیم ہی چیز کی قسم کھاتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ، وَطُورِ سِينِينَ، وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ [التین:1-3] ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی، اور طور سینا کی، اور اس امن والے شہر کی۔''

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ! لا یسألونی خطة یعظمون فیها حرمات الله إلا أعطیتهم إیاها'' (رواہ البخاری) ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر وہ لوگ بیت اللہ کی حرمت کے نام پر جو بھی مطالبہ کریں میں اس مطالبہ کو تسلیم کروں گا''۔

مکہ سے محبت: نبی ﷺ نے فرمایا: ''والله إنک لخیر أرض الله، وأحب أرض الله إلى الله، ولولا أنی أخرجت منک ما خرجت'' ''اللہ کی قسم! تو اللہ کی بہترین سرزمین ہے، اور اللہ کی سرزمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں ہرگز نہ نکلتا۔'' (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دی: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ [ابراہیم:37] ''پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔''

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ [الحج:27] ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے، وہ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی پتلی سواریوں پر بھی، جو دور دراز راستوں سے چلی آئیں گی۔''

ہدیٰ مکہ کی طرف بھیجا جاتا ہے: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج:33] ''پھر ان قربانی کے جانوروں کے پہنچنے کی جگہ قدیم و محترم گھر (بیت اللہ) ہے۔''

(2) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: '' فتلت قلائد هدی رسول الله صلی الله علیه وسلم، ثم أشعرتها وقلدتها أو قلدتها ثم بعث بها إلی البیت'' (متفق علیہ) ''میں نے تین ہار تیار کیے، پھر ان پر نشان لگایا— یا انہوں نے انہیں نشان لگایا— پھر انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، اس کے بعد وہ انہیں بیت اللہ کی طرف لے گئے۔''

مشرک کے لیے مکہ میں داخلہ حرام ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ [التوبۃ:28] ''اے ایمان والو! مشرکین یقیناً ناپاک ہیں، لہٰذا اس سال کے

بعدوہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔‘‘

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ’’بعثنی أبوبكر الصديق رضى الله عنه فى الحجة التى أمره عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل حجة الوداع، فى رهط، يؤذنون فى الناس يوم النحر: لا يحج بعد العام مشرک، ولا يطوف بالبيت عريان‘‘ (متفق علیہ) ’’مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حج کے موقع پر، جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں امیر مقرر فرمایا تھا، اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔ وہ لوگ منیٰ میں قربانی کے دن اعلان کرتے تھے کہ: ’’اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کرے گا‘‘۔ (متفق علیہ)

امن والا شہر: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا﴾ ’’اے میرے رب! اس شہر کو امن والا شہر بنادے۔‘‘ (البقرة:126) (2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا﴾ ’’اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے۔‘‘ (ابراہیم:35) (3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ ’’کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن والا بنا دیا ہے، جبکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لیے جاتے ہیں؟‘‘ (العنکبوت:67) (4) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ ’’اور اس امن والے شہر کی قسم!‘‘ (التین:3)

حملہ آوروں سے مکہ کی حفاظت: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ، وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ، تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ﴾ ’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی ساری تدبیر کو ناکام نہیں بنا دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر پھینک رہے تھے، پھر انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کردیا۔‘‘ (الفیل:1-5)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ، يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ‘‘ ’’ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوگا، لیکن جب وہ ایک ہموار اور بے آب و گیاہ میدان میں پہنچے گا تو اس کے اگلے اور پچھلے تمام افراد کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ’’اے اللہ کے رسول! ان کے اگلے اور پچھلے سب لوگوں کو کیسے دھنسا دیا جائے گا، جبکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ‘‘ ’’ان کے اگلے اور پچھلے سب لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔‘‘

مکہ کی حفاظت: نبی کریم ﷺ نے جس دن مکہ فتح کیا، فرمایا: ’’هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا‘‘ ’’یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرام قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے یہاں جنگ کرنا جائز نہیں ہوا، اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لیے اجازت دی گئی تھی۔ لہٰذا یہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا۔ اس کے کانٹے دار درخت نہیں کاٹے جائیں گے، اس کے شکار کو خوف زدہ کر کے بھگایا نہیں جائے گا، اس کی گری پڑی چیز کوئی شخص نہیں اٹھائے گا، سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرے، اور اس کی خودرو گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔‘‘

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ’’اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کے سوا؟ کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’إِلَّا الْإِذْخِرَ‘‘۔ ’’ہاں، اذخر گھاس مستثنیٰ ہے۔‘‘

حرم میں خون بہانا جائز نہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ فِيهَا دَمًا‘‘ ’’جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے حرم میں کسی کا خون بہانا جائز نہیں۔‘‘

جو شخص یہاں ظلم یا برائی کا ارادہ کرے: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ’’اور جو شخص اس میں ظلم کے ساتھ کج روی اور گناہ کا ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔‘‘ (الحج:25)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ‘‘ ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تین قسم کے لوگ ہیں: حرم میں الحاد و ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو رواج دینے کی کوشش کرنے والا، اور کسی شخص کا ناحق خون بہانے کے لیے اس کے خون کا مطالبہ کرنے والا۔‘‘

اس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ ’’اور اس کے باشندوں کو ہر قسم کے پھلوں کا رزق عطا فرما۔‘‘ (البقرة:126)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ ’’اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔‘‘ (ابراہیم:37)

(3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ’’کیا ہم نے انہیں ایسا امن والا حرم نہیں دیا جہاں ہماری طرف سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں؟ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘ (القصص:57)

نبی کریم ﷺ کا سفرِ اسراء: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا

حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الإسراء:1)

مقامِ ابراہیم علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾ ''اس میں واضح نشانیاں ہیں، جن میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔'' [آل عمران:97] اور فرمایا ﴿وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ ''اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو'' [البقرۃ:125]

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان سعی کرے۔ اور جو شخص خوش دلی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدردان اور خوب جاننے والا ہے''۔ [البقرۃ:۱۵۸]

آبِ زمزم: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''إنها مباركة، إنها طعام طعم'' ''بے شک یہ (زمزم) بابرکت ہے، یہ کھانے کا کام دیتا ہے'' [مسلم] اور آپ ﷺ نے فرمایا: '' زمزم طعام طعم، وشفاء سقم'' ''زمزم کا پانی کھانے کی جگہ بھی ہے اور بیماری کے لیے شفا بھی ہے''۔ [رواہ البزار]

خانہ کعبہ: سب سے پہلا گھر: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ﴾ ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، وہی ہے جو بکہ میں ہے''۔ (آل عمران:96)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: '' قلت: يا رسول الله! أي مسجد وضع في الأرض أول؟ قال: المسجد الحرام، قال: قلت: ثم أي؟ قال: المسجد الأقصى، قلت: كم كان بينهما؟ قال: أربعون سنة'' ''اے اللہ کے رسول! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدِ حرام''۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدِ اقصیٰ''۔ میں نے عرض کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چالیس سال''۔ (متفق علیہ)

حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تعمیر: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''۔ (البقرۃ:127)

توحید و عبادت کی بنیاد: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئاً وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ مقرر کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا'' (الحج:26)

امن کا گھر: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً﴾ ''اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن کی جگہ بنایا'' (البقرۃ:125) اور فرمایا: ﴿وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً﴾ ''اور جو اس میں داخل ہو جائے، وہ امن میں ہے''۔ (آل عمران:97)

بابرکت گھر اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، وہی ہے جو بکہ میں ہے، بابرکت ہے اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے''۔ (آل عمران:96)

بیت اللہ کی عبادت کے ذریعے آبادکاری؛ دین و دنیا کی بھلائی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿جَعَلَ اللّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِّلنَّاسِ﴾ ''اللہ نے کعبہ، یعنی حرمت والے گھر کو لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا ہے'' (المائدۃ: 97) امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''أي: قواما لهم في أمر دينهم ودنياهم'' ''یعنی یہ لوگوں کے دین اور دنیا کے معاملات کے لیے باعثِ استحکام اور سہارا ہے''۔

مسلمانوں کا قبلہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجیے، اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لیا کرو''۔ (البقرۃ:144)

حج و عمرہ کے لیے اسی گھر کا قصد کیا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾ ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو''۔ (آل عمران:97)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' من حج هذا البيت، فلم يرفث، ولم يفسق؛ رجع كما ولدته أمه'' ''جس شخص نے اس گھر کا حج کیا اور فحش کلامی نہ کی اور کوئی گناہ نہ کیا، وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو''۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: '' العمرة إلى العمرة؛ كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة'' ''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے، اور حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں''۔ (متفق علیہ)

طواف صرف کعبہ کے گرد ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''اور چاہیے کہ وہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں'' (الحج:29)

لوگوں کے لیے ایسا مرکز جہاں ان کا آنا کبھی ختم نہیں ہوتا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع بنایا''۔ (البقرۃ:125)

طواف اور اس کی دو رکعتوں کے لیے کوئی خاص ممنوع وقت نہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' يابني عبد مناف! لا تمنعوا أحدا طاف بهذا البيت

وصلى أية ساعة شاء، من ليل أو نهار“ ۔”اے بنی عبد مناف! کسی شخص کو اس گھر کا طواف کرنے اور جس وقت چاہے، رات یا دن میں، اس کے بعد نماز پڑھنے سے نہ روکو“۔(رواہ الترمذی)

قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا ممنوع ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”لا تستقبلوا القبلة بغائط أو بول، ولكن شرقوا أو غربوا“ ۔”پاخانے یا پیشاب کے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لیا کرو“۔ (متفق علیہ)

حجر اسود: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:” نزل الحجر الأسود من الجنة، وهو أشد بياضا من اللبن، فسودته خطايا بني آدم“ ۔”حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے، اور یہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، پھر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا“۔(رواہ الترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:”إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع، ولولا أني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك“ ۔”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے؛ نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا“۔(متفق علیہ)

حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:” رأيت ابن عمر رضي الله عنهما يستلم الحجر بيده، ثم قبل يده، وقال: ما تركته منذ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله“ ۔”میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے چھوتے، پھر اپنے ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے، اور فرماتے تھے: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، میں نے اسے ترک نہیں کیا“۔ (رواہ مسلم)

رکن یمانی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يستلم إلا الحجر والركن اليماني“ ۔”رسول اللہ ﷺ صرف حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چھوا کرتے تھے“۔(رواہ مسلم)

مدینہ منورہ کے فضائل: مدینہ منورہ کے نام: 1۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ﴾ [التوبة: 101] ترجمہ:”اور مدینہ والوں میں بھی کچھ لوگ ہیں“۔

2۔ مدینہ کا نام ”طابہ“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”إِنَّ اللهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ“ ترجمہ:”بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے“۔(صحیح مسلم)

3۔ مدینہ کا نام ”طیبہ“ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:” قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ : هَذِهِ طَيْبَةُ، هَذِهِ طَيْبَةُ، هَذِهِ طَيْبَةُ“ ترجمہ:”رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:”یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے“۔“(صحیح مسلم)

نبی کریم ﷺ کی مدینہ سے محبت: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهِ“ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواریں آپ کی نظر کے سامنے آتیں تو آپ اپنی سواری کو تیز کر دیتے، اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو مدینہ سے محبت کی وجہ سے اسے تیز ہانکتے۔(صحیح بخاری)

مدینہ ایمان کا مرکز ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا“ ترجمہ: بے شک ایمان مدینہ کی طرف اسی طرح سمٹ کر آتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ کر آتا ہے۔ حوالہ: متفق علیہ۔

مدینہ گناہوں کو دور کر دیتا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:”إِنَّهَا طَيِّبَةُ، تَنْفِي الذُّنُوبَ، كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ“ ترجمہ: بے شک مدینہ پاکیزہ شہر ہے؛ یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کی میل اور کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔(صحیح بخاری)

مدینہ اپنے اندر موجود میل کو نکال دیتا اور اپنی پاکیزگی کو نمایاں کرتا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:” الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ، تَنْفِي خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا“ ترجمہ: مدینہ بھٹی کی مانند ہے؛ یہ اپنی میل اور کھوٹ کو نکال دیتا ہے اور اپنی پاکیزگی کو نمایاں کر دیتا ہے۔(متفق علیہ)

مدینہ امن والا حرم ہے: سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:” أَهْوَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ“ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مدینہ کی طرف بڑھایا اور فرمایا:”بے شک یہ ایک پُرامن حرم ہے“۔(صحیح مسلم)

جو شخص مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”مَنْ أَرَادَ الْمَدِينَةَ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللهُ، كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ“ ترجمہ: جو شخص مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔(مسند احمد)

جو شخص مدینہ کے باشندوں کو نقصان پہنچانا چاہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:”لا يُرِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ، إِلَّا أَذَابَهُ اللهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ، أَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ“ ترجمہ: جو شخص مدینہ کے کسی باشندے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس طرح پگھلا دے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے، یا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(صحیح مسلم)

جو مدینہ والوں کو خوف زدہ کرے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظَالِمًا لَهُمْ، أَخَافَهُ اللهُ، وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ“

ترجمہ:”جو شخص مدینہ کے باشندوں کو ظلم کرتے ہوئے خوف زدہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے خوف زدہ کرے گا، اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے نہ فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفل“۔(سنن نسائی)

جو مدینہ والوں کے خلاف سازش کرے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:” لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ، إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ“ ترجمہ:”مدینہ کے باشندوں کے خلاف جو شخص سازش کرے گا، وہ ضرور اسی طرح گھل جائے گا جیسے

نمک پانی میں گھل جاتا ہے‘‘۔(صحیح بخاری)

مدینہ میں بدعت یا فساد پیدا کرنا نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ**‘‘ ترجمہ:’’جس شخص نے مدینہ میں کوئی نیا فساد یا بدعت پیدا کی، یا کسی ایسے شخص کو پناہ دی جس نے بدعت یا جرم کا ارتکاب کیا، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کیا جائے گا‘‘۔(متفق علیہ)

مدینہ کے حرم کے احکام: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’**إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا، أَلَّا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ، وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ، وَلَا تُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِيُعْلَفَ**‘‘ ترجمہ:’’میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے، اس کے دونوں پہاڑی راستوں کے درمیان کا علاقہ حرم ہے۔ وہاں کسی کا خون نہ بہایا جائے، نہ وہاں لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، اور نہ وہاں کسی درخت کو توڑا جائے، سوائے اس کے کہ جانور کو چارہ کھلانے کے لیے ضرورت ہو‘‘۔ پھر فرمایا:’’**إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا**‘‘ ترجمہ:’’میں نے مدینہ کو اس کے دونوں سیاہ پتھریلے میدانوں کے درمیان حرم قرار دیا ہے؛ وہاں کے کانٹے دار درخت نہیں کاٹے جائیں گے اور نہ وہاں کے شکار کو پکڑا جائے گا‘‘۔(صحیح مسلم)

مدینہ میں طاعون داخل نہیں ہوگا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’**عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ، وَلَا الدَّجَّالُ**‘‘ ترجمہ: مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں؛ اس میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال۔ حوالہ: متفق علیہ۔

دجال کا خوف مدینہ میں داخل نہیں ہوگا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ**‘‘ ترجمہ:’’مسیح دجال کا خوف مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہوں گے‘‘۔(صحیح بخاری)

فرشتے مدینہ کی حفاظت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا مِنَ الْمَدِينَةِ شِعْبٌ، وَلَا نَقْبٌ، إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتَّى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا**‘‘ ترجمہ:’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مدینہ کی کوئی گھاٹی اور کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر دو فرشتے مقرر نہ ہوں جو اس کی حفاظت کرتے ہوں، یہاں تک کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ‘‘۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’**إِنَّ الْمَدِينَةَ مُشَبَّكَةٌ بِالْمَلَائِكَةِ، عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ**‘‘ ترجمہ:’’بے شک مدینہ فرشتوں سے گھرا ہوا ہے؛ اس کے ہر راستے پر دو فرشتے اس کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں۔ اس میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال‘‘۔(صحیح مسلم، مسند احمد)

مدینہ میں وبا داخل نہیں ہوتی: نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:’’**اللَّهُمَّ صَحِّحْهَا لَنَا**‘‘ ترجمہ:’’اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لیے صحت و عافیت کا شہر بنا دے‘‘۔(متفق علیہ)

مدینہ میں رہنے کی فضیلت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيبَهُ: هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ، هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ**‘‘ ترجمہ:’’لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص اپنے چچا زاد بھائی اور رشتہ دار کو بلائے گا اور کہے گا:’’آؤ، خوش حالی کی طرف آؤ، خوش حالی کی طرف آؤ‘‘ حالاں کہ اگر وہ جانتے ہوتے تو مدینہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتا‘‘۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا، إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ**‘‘ ترجمہ:’’جو شخص مدینہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ وہاں اس سے بہتر شخص لے آئے گا‘‘۔(صحیح مسلم)

مدینہ کی سختیوں پر صبر: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ، إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا، أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ**‘‘ ترجمہ:’’جو شخص مدینہ کی تنگ دستی اور سختیوں پر صبر کرے گا، قیامت کے دن میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا‘‘۔(صحیح مسلم)

مدینہ میں وفات پانے کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’**مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ، فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ لَهَا**‘‘ ترجمہ:’’تم میں سے جو شخص مدینہ میں وفات پا سکتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ وہیں وفات پائے؛ کیونکہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا، میں اس کے حق میں شفاعت کروں گا‘‘۔(سنن نسائی)

مدینہ کی برکت کئی گنا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا**‘‘ ترجمہ:’’اے اللہ! ہمارے مدینہ میں ہمارے لیے برکت عطا فرما‘‘۔(صحیح مسلم) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ**‘‘ ترجمہ:’’اے اللہ! مدینہ میں مکہ کی نسبت دوگنی برکت عطا فرما۔‘‘ (متفق علیہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ**‘‘ ترجمہ:’’اے اللہ! اس برکت کے ساتھ مزید دو برکتیں عطا فرما‘‘۔(صحیح مسلم)

مدینہ کی کھجور: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً، أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ**‘‘ ترجمہ:’’بے شک عالیہ کی عجوہ کھجور میں شفا ہے، یا یہ کہ صبح سویرے کھانے کی صورت میں یہ زہر کے لیے تریاق ہے‘‘۔(صحیح مسلم) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ**‘‘ ترجمہ:’’جو شخص ہر روز صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے، اس دن اسے نہ کوئی زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ جادو‘‘۔(متفق علیہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:’’**مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِينَ يُصْبِحُ، لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ حَتَّى يُمْسِيَ**‘‘ ترجمہ: جو شخص صبح کے وقت مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان پیدا ہونے والی سات کھجوریں کھا لے، اسے شام تک کوئی زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔(صحیح مسلم)

مدینہ کے پھل: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’**اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا**‘‘ ترجمہ:’’اے اللہ! ہمارے پھلوں میں ہمارے لیے برکت عطا فرما‘‘۔(صحیح مسلم)

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر: 1۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿**لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ، فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا**

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

مولانا محمد محب اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

حوثی تحریک کا آغاز وارتقاء مختصر تعارف

موجودہ دور کے قرامطہ جو حوثی کے نام سے دیکھتے ہی دیکھتے معروف ہوگئے اوریمن میں صعدہ ضلع کے چند نام نہاد زیدی شیعہ کہلانے والے لوگوں نے ایک خاص پلاننگ ومنصوبہ بندی کے تحت سب سے پہلے زیدی فرقہ کے عقائد میں سینڈھ لگا کر اس کو مکمل طور پر رافضی فرقہ میں مدغم کرنے کی کوشش کی اور بغاوت کیا، اور بدرالدین حوثی اوراس کے بیٹے حسین بدرالدین حوثی نے رافضی ملک میں ٹریننگ لی اور مکاتب، دروس، خطبے اور لیکچر اور دہشت گردانہ ومفسدانہ اعمال کے ذریعہ عام اہل یمن، اہل سنت اور ان کے حکمراں کے خلاف اسماعیلی شیعوں سے مل کر بغاوت کیا، اسماعیلی شیعوں کی مدد سے سعودی عرب کے سرحدی علاقوں میں اپنی مفسدانہ سرگرمیاں عروج پر کردی اور جانی ومالی نقصانات پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور یہ سب عالمی اداروں، حقوق انسانی کے علمبرداروں اور بڑی قوتوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا۔ سعودی عرب برداشت کرتا رہا۔ لیکن یمن کی حکومت نے ان باغیوں کے ظلم وطغیان کے مدنظر سعودی عرب وغیرہ سے مدد طلب کی اور سعودی عرب نے تمام متعلقہ عرب ممالک کے متفقہ فیصلہ سے متحدہ عسکری قوت کے ذریعہ اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کی تو دیگر بہت سے منافقین اور بڑی طاقتوں کا کھلونا بن کر اور درپردہ پورے عرب کو برباد کردینے کے علمبردار، اسرائیل وامریکہ کے پرستار نے عراق وشام اور لبنان کی طرح یہاں بھی اپنی تمام طاقت جھونک دی اور بظاہر امریکہ پر موت اور اسرائیل پر لعنت بھیجنے کا تماشہ کرتا رہا۔ کاش کہ دنیا وقت کے ان ابن علقمی، بغدادی، موجودہ دور کے بغدادی، مصطفی کمال پاشا اور صلاح الدین ایوبی کے اصل دشمن روافض کے کردار کو جانتی اور ان کی صحابہ دشمنی، اہل بیت و ازواج مطہرات دشمنی، عرب دشمنی، ولایت فقیہ وغیرہ کو چند منٹوں کے لیے سامنے رکھتی تو نہ غزہ برباد ہوتا، نہ عراق میں تباہی آتی، نہ سیریا برباد ہوتا۔ نہ افغانستان ویران ہوتا، نہ آبنائے ہرمز کا قضیہ کھڑا ہوتا، نہ باب المندب کو بند اور تاراج کرنے کی نوبت آتی۔ اسرائیل اور امریکہ کے اشارے پر یہ سب کھیل ہوتا رہا جس کا حقیقی آلہ کار ایک عجمی ملک ہے اور یہ بدبخت حوثی کھلم کھلا حرمین کو سنیوں سے آزاد کرنے، گنبد خضرا کو ڈھانے، شیخین کریمین اور افضل الثقلین بعد الانبیاء ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو کھودنے اور نعوذ باللہ روندنے جیسے عزائم کا اظہار واعلان کرتے رہتے ہیں۔ ان کے عقائد وجرائم پر مختصر روشنی زیر نظر تحریر میں ڈالی گئی ہے۔ ورنہ ان کے عقائد کے خبائث بے شمار ہیں حتی کہ قرآن کریم کی تحریف کا عقیدہ رکھنے والے یہ بدعقیدہ لوگ اللہ تعالی کے پہلے گھر قبلۃ المسلمین خانہ کعبہ کے بدلے ابرہائی اور یمنی حوثی اور ان کے ہمنوا کسی اور کعبہ کی تصویر پیش کررہے ہیں اور خواب دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ فرما۔ بڑی اسلام دشمن طاقتوں کے ان ایجنٹوں سے دنیا کو بچا اور مملکت سعودی عرب کو ان سازشی ٹولوں کے مکر وکید سے بچا اور ہمارے وطن عزیز سمیت ساری دنیا میں امن وامان عطا فرما۔ اور تمام مکاروں، سازش کرنے والوں اور حاسدین وباغضین کو کیفر کردار تک پہنچا۔ اور سب سے بڑے دشمن شیطان رجیم جس نے انسان اور مسلمان جو بھائی بھائی ہیں کو لڑا رہا ہے اور اپنے خبیث کام کا ذمہ دار ہمارے ہی جیسے انسانوں کو ٹھہرا کر تماشہ دیکھ رہا ہے سے محفوظ فرما، اور ہمیں انسانیت کے دوست ودشمن کو سمجھنے کی توفیق ارزانی عطا فرما۔ آمین (اصغر)

۹۰/عیسوی کی دہائی کے آغاز میں حوثی تحریک ضلع صعدہ یمن میں ظاہر ہوئی۔ ابتدا میں اس کا نام ''الشباب المؤمن'' رکھا گیا۔ بعد میں چل کر یہ ''انصار اللہ اور حوثی'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس تحریک کا زعیم ومشرف بدرالدین حوثی نامی شخص تھے۔ اوراس کے بیٹے حسین بدرالدین حوثی قائد اول ہے، آغاز میں فکری لحاظ سے اس جماعت کی سرگرمی مذہب زیدی کی تعلیم وتبلیغ اور نشر واشاعت تھی، جو بعد میں عسکری تربیت اور فوجی مشقوں میں تبدیل ہوگئی۔

حوثی تحریک کے آغاز وارتقا کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلا حصہ: فکری پس منظر (فکری ارتقا)

حوثی تحریک کے قائد حسین بدرالدین الحوثی کی پرورش اور نشو ونما ضلع صعدہ یمن میں ہوئی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم ان دینی مدرسوں سے حاصل کیا جنہیں سنہ ۲۰۰۰ء میں ختم کردیا گیا۔ حسین الحوثی کے بارے میں لکھنے والے بتاتے ہیں کہ انہوں نے سوڈان سے شرعی علوم میں ایم اے (ماسٹرز) کی ڈگری حاصل کیا، لیکن اس نے ایم اے کی ڈگری کو یہ کہہ کر پھاڑ دیا کہ تعلیمی اسناد وسرٹیفکٹ سے عقل جامد ہوجاتا ہے، اور وہ مزید اپنے تعلیم کا سلسلہ منقطع کردیا، یہ انکی تعلیمی حالت تھی جہاں تک ان کے عملِ سیاست کی بات ہے تو وہ سنہ ۱۹۹۰ء میں قائم ہونے والی شیعہ ''حزب الحق'' کے بانی وارکین میں شامل تھے، جس سے انہوں نے بعد میں علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ حسین بدرالدین الحوثی نے سنہ ۱۹۹۳ء کے پارلیمانی انتخابات میں کامیابی حاصل کی، اوران انتخابات میں انہیں سوشلسٹوں (Socialists) کی جانب سے بھرپور حمایت حاصل ہوئی۔

جہاں تک ان کی رافضی فکری تربیت کا تعلق ہے، تو ان کی پرورش ایک ایسے

خاندان کے سائے میں ہوئی جو ”جارودیہ“ مذہب کا پیروکار تھا وہ فکر جو صحابہ کرام کی تنقیص وطعن وتشنیع کے معاملے میں رافضی اثناعشری، امامیہ سے جاملتی ہے۔ان کے والد، بدرالدین الحوثی، شیعانِ جارودیہ کے جلیل القدر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ وہ شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے لیے ”رضی اللہ عنہ“ نہیں کہتے تھے، بلکہ انھیں گالیاں دیتے تھے طعن وتشنیع کرتے تھے، بدرالدین حوثی اپنی متعدد تصانیف میں الصحاح (صحیح بخاری ومسلم) اور کتبِ سنن پر شدید نقد وتعریض کے نشتر چلاتے تھے۔ نیز وہ امام بخاری اور امام مسلم پر رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے کا الزام بھی عائد کرتے تھے۔اگرچہ ظاہری طور پر وہ خود کو زیدی مکتبِ فکر سے منسوب کرتے تھے، مگر ان کی تحریریں اور رسائل اس کی چھپی ہوئی حقیقت کو واضح کردیتی ہیں کہ یہ ان کا تقیہ تھا۔حسین کے والد بدرالدین الحوثی الجارودی اثنا عشری فکر سے دو بنیادی وجوہات کی بنا پر متاثر ہوئے: ۱۔ان کا ایسے لٹریچر کا مطالعہ کرنا اور ایسے افراد سے زانوئے تلمذ طے کرنا جو شیعی جارودی فکر کے حامل تھے۔

۲۔سنہ ۱۹۹۴ء میں ان کا ایران کا سفر اور وہاں (طہران، قم) کچھ عرصے کا قیام، جس نے ان کے ذہن میں راسخ الجارودیہ عقائد کو اس اثناعشری فکر کے ذریعے مزید پختہ کردیا جو امت کی سب سے بہترین ہستیوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن وتشنیع، ان کی تکفیر، وتفسیق اور اس عقیدے کے لیے معروف ہے کہ خلافتِ علی پر نص موجود تھی، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت غیر شرعی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت وولایت صرف ان کی حسنی وحسینی اولاد کا حق ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ یہ جارودیہ کا وہی عقیدہ ہے جسے علماء اور مؤرخین کے ایک بڑے گروہ نے نقل کیا ہے، جن میں امام مزّی (تہذیب الکمال، ج ۹، ص ۵۱۹)، شہرستانی (الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۵۳)، اور محمد شاکر الکتبی (فوات الوفیات، ج ۱، ص ۴۲۹) وغیرہ شامل ہیں۔

بدرالدین الحوثی کا عقیدہ ومنہج، فکر ونظر بالکل وہی ہے جو علماء نے جارودیہ کے عقائد کے بارے میں بیان کیا ہے، انہوں نے اپنے ایک رسالے ”الزیدیۃ فی الیمن“ میں لکھا ہے: (رسول اللہ ﷺ کے بعد بلا فاصلہ امام، علی علیہ السلام ہیں، اور ان سے پہلے خلفاء کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے؛ کچھ انہیں تکفیر کے بغیر علی علیہ السلام پر فضیلت دینے کے قائل ہیں، جبکہ کچھ تبرا یا ترضیہ کیے بغیر توقف (سکوت) کے قائل ہیں) [رسائل بدرالدین الحوثی، ص 9]۔

نیز انہوں نے اپنے رسالے ”ارشاد الطالب“ [ص 16] میں بیان کیا ہے: (رسول اللہ ﷺ کے بعد ولایت علی علیہ السلام کے لیے ہے اور ان سے پہلے خلفاء ابو بکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی ولایت ثابت وصحیح نہیں ہے، اور نہ ہی ان پر امت کا اجماع صحیح ثابت ہے۔آپ کے بعد ولایت اہل بیت کے بہترین افراد یعنی حسن، حسین اور ان کی اولاد کے لیے ہے۔اور ولایت اس کی ہے جس کے لیے اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی سنت میں حکم دیا ہے، خواہ لوگ اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں؛ کیونکہ معاملہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، بندوں کو خود منتخب کرنے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس رضامندی میں شوریٰ کا کوئی دخل ہے، کیونکہ جس معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کرچکے ہوں، اس میں لوگوں کے لیے کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔اور اسی طرح کی باتیں ان کے دیگر مختلف رسائل میں بھی شائع شدہ موجود ہیں۔ جب الحوثی کے انحرافات، کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے تجاوزات، اس کا اکثر رجحان مذہب اثناعشری کی طرف ہونا اور اس کے عقائد ونظریات کی حمایت ودفاع کرنا، حتیٰ کہ مذہبِ زیدی کے بنیادی اصولوں سے ان کی ٹکراؤ ظاہر ہوئی، تو علماء زیدیہ نے ان کی شدت کے ساتھ مخالفت کیا اور ان سے براءت کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ زیدی علماء نے اس بات کی نفی کی کہ حوثی کے افعال واعمال کا زیدی مذہب سے کوئی تعلق یا واسطہ ہی نہیں ہے۔لہٰذا بدرالدین حوثی مجبوراً ملک چھوڑ کر ایران چلا گیا ایران میں ان کی بڑی آؤبھگت ہوئی وہ تو ایسے ہرکارے کی تلاش میں تھے ہی چنانچہ وہاں ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔

دوسرا حصہ: تنظیمی وسیاسی ارتقا۔ یہ مرحلہ دو ادوار میں تقسیم ہوتا ہے:

پہلا دور: ”منتدی الشباب المؤمن“ (مؤمن نوجوانوں کے فورم) کی تشکیل:

جب حسین بدرالدین الحوثی اپنے والد بدرالدین کے ساتھ ایران کی زیارت کیا اور قم میں قیام کیا، وہاں کے غلاظت کو اچھی طرح سمیٹ لیا، رافضیت میں پکے ہوگئے اور اثناعشری فکر میں پوری طرح رچ بس گئے تو انہوں نے اپنے اردگرد کے ماحول میں رافضیت کے جراثیم کو پھیلانا شروع کیا، ایرانی صفوی عقائد ونظریات کی تبلیغ میں لگ گیا۔ جیسے صحابہ کرام کو گالیاں دینا، انھیں کافر کہنا وغیرہ وغیرہ اور ساتھ ہی ساتھ ضلع صعدہ کے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے انھیں ”قم“ اور ”نجف“ کے شیعی درسگاہوں میں بھیجنے لگا۔ جہاں صفوی ملاؤں کے ذریعے سے ان کی مکمل تربیت اور ذہن سازی کی گئی۔اپنے باطل واسلام دشمن افکار ونظریات اور انحرافات کی ترویج وتنظیم کو آسان بنانے کے لیے انہوں نے ایک ایسے تنظیم وپلیٹ فارم کی بنیاد رکھا جو ان کے پیروکاروں کو جمع کرسکے اور ان کے ہمنوا وہم خیالوں کا ایک جتھ تیار ہوسکے۔ چنانچہ انہوں نے ”منتدی الشباب المؤمن“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ یہ تنظیم سنہ ۱۹۹۱ء میں اس فورم کے فریم ورک کے تحت وجود میں آئی، اور اس کے انتظامی امور حسین بدرالدین الحوثی کے بھائی، محمد بدرالدین الحوثی نے سنبھالے۔

”منتدی الشباب المؤمن“ کے قیام کے پسِ پشت اہداف: اس فورم کے بارے میں مطالعہ کرنے والے پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حسین بدرالدین الحوثی اس کے قیام کے ذریعے درج ذیل مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا:

۱- زیدی مکتبِ فکر کے علماء پر اپنا تسلط اور کنٹرول قائم کرنا، اور اپنی مقبولیت وپرسنالٹی کو فروغ دینا۔۲- ایران سے درآمد شدہ اثناعشری، امامیہ افکار کی بڑے پیمانے پر ترویج واشاعت۔۳- یمن اور بالخصوص صعدہ میں سلفی دعوت کیلئے زمین تنگ کرنا، اہل حق علماء کے خلاف سازش وپرپیگنڈہ کرنا، اور سلفیوں کی شدید مخالفت اور اس کے خلاف اشتعال انگیزی؛ کیونکہ وہاں شیخ مقبل الوادعی رحمہ اللہ تعالی کا مرکز قائم تھا جس کی دعوتی سرگرمیاں انتہائی فعال تھیں۔۴- ایک ایسی مضبوط شیعہ تنظیم کا قیام جس کے ذریعے یمنی حکومت اور ساتھ ہی سعودی حکومت کا مقابلہ کیا جاسکے، اور اس مقصد کے لیے نجران کے قریب واقع اسماعیلی شیعوں کے ساتھ تعاون حاصل کیا جائے۔

”منتدی الشباب المؤمن“ کے اہداف کے حصول کا عملی منصوبہ:

اس منصوبے کے دو مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ: فکری وثقافتی مرحلہ: اس مرحلے میں حسین بدرالدین الحوثی نے "منتدی الشباب المؤمن" کے ذریعے تربیتی، ثقافتی اور فکری بیداری کا کام سرانجام دیا۔ اس فکری کام کی شکلیں درج ذیل تھیں:

نوجوانوں کے لیے مطالعاتی وتفریحی دورے (TripsYouth)

رافضی اثناعشری امامیہ عقائد وافکار کی ترویج کرنے والی کتب، پمفلٹس اور رسائل کی مفت تقسیم۔ رات کے اوقات میں ڈرامائی تمثیلات (خصوصاً رمضان المبارک میں) محاضرات (لیکچرز) اور سیمینارز ملاقاتیں اور باہمی مذاکرے کا اہتمام سمر کورس (Courses Summer) کا انعقاد۔ کھیل کود کی سرگرمیاں۔ مساجد اور دیہی علاقوں میں تعلیمی مراکز اور حلقوں کا قیام۔

دوسرا مرحلہ: مسلح تصادم: جب ان نوجوانوں کے ذہنوں میں جنہیں نہایت ہی چالاکی کے ساتھ۔ ذہن سازی کی گئی تھی اور منظم کیا گیا تھا اور تعلیم دی گئی تھی۔ منحرف اثناعشری عقائد وافکار پوری طرح راسخ ہوگئے، اور حوثی اسکولوں، مراکز اور رافضی حسینیوں میں جو کچھ انہوں نے سیکھا تھا، ایرانی کتب ورسائل سے جو پڑھا تھا، اور نوجوانوں کے دوروں وتعلیمی وفود سے جو علم حاصل کیا تھا، اس پر انہیں کامل یقین حاصل ہوگیا، تو اس تمام تر تیاری کے بعد حسین بدرالدین الحوثی ان گمراہ کیے گئے نوجوانوں کے ساتھ ایک نئے شکل وروپ میں سامنے آیا، اور وہ روپ تھا: مسلح ملیشیاؤں کے ذریعے فوجی تصادم وجنگجوئی، امن وامان کو غارت کرنا، یمنی عوام کو پریشان کرنا، سعودیہ اور بالخصوص حرمین شریفین پر میزائل داغنا، حجاج کو پریشان کرنا وغیرہ۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے۔ الحوثيون النشأة ,العقيدة, الأهداف للشيخ هدى المالكي صفحة 5- ,16 كشف حقائق الحوثيين حقائق ،وثائق صفحه 2-10. كشف أسرار الحوثيين ونهوض حمية المسلمين صفحة8-.28)

حوثیوں کے عقائد ونظریات: جہاں تک ان حوثیوں کے عقائد ونظریات کی بات ہے تو وہ بعینہ رافضی شیعوں کی طرح ہیں، روافض امامیہ اثناعشریہ کی جو عقائد ونظریات ہیں وہی عقائد حوثیوں کے بھی ہیں بس نام کا فرق ہے۔ جیسے۔ صحابہ کرام پر لعن طعن کرنا، انھیں کافر کہنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کو خلافت کا حقدار ماننا، شیخین (ابوبکر وعمر) کو برا بھلا اور کافر کہنا، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، قرآن کو ناقص ومفسد قرار دینا، قراءت سبعہ کو نہ ماننا، نسخ قرآن کا انکار کرنا، احادیث نبویہ، عذاب قبر اور صفات الٰہی کا انکار کرنا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کفار یہود نصاریٰ ومجوس کے ملکوں کے فتح کرلینے کیوجہ سے حوثیوں رونا تکلیف کا اظہار کرنا، صلاح الدین ایوبی کو گالی دینا کیونکہ صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو آزاد کیا اور صلیبیوں کو کھدیڑ کر بھگایا وغیرہ وغیرہ، ان کے جملہ عقائد میں سے ہیں۔

اہل سنت اور بالخصوص سعودی علماء سے ان کی دشمنی بالکل واضح ہے، تنظیم کے مؤسس بدرالدین حوثی نے سعودی علماء اور سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز کے فتوؤں کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھا جس کا نام "الایجاز فی الرد علی فتاوی الحجاز وعلی ابن باز۔ رکھا۔ مزید عقائد ونظریات کی وضاحت اس نے اپنی کتاب "ارشاد الطالب" میں کیا ہے۔

حوثیوں کے تین نہایت خطرناک عقیدہ ہے۔ پہلا: رافضی جارودیہ کا عقیدہ،

دوسرا: خمینی کی "ولایتِ فقیہ" کا عقیدہ، (بدرالدین الحوثی خمینی کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ مانتا تھا اور یمن کو ایران جیسا بنانا چاہتا تھا)

تیسرا: اثناعشریہ کا عقیدہ جو سبائیت اور صفویت کا عقائدی وتاریخی تسلسل ہیں۔

ان کے عقائد وافکار میں یہ باتیں شامل ہیں:

قرآن مجید میں نقص وکمی اور تحریف کا قائل ہونا۔ قرآن کے بعد ان کے ائمہ پر آسمانی کتب کا نازل ہونا۔ ان کا ائمہ کے اقوال کو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی مانند سمجھنا، یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کا ایک حصہ چھپا کر ان کے ائمہ کے سپرد کردیا تھا۔ ان کے ائمہ کا خطا اور نسیان سے معصوم ہونا اور غیب کا علم رکھنا۔ اور تمام مسلمانوں، بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواجِ مطہرات کی تکفیر کرنا۔ ان کے بڑے بدر الدین حوثی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنے عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"جہاں تک میرا تعلق ہے، میں ان کی تکفیر پر ایمان رکھتا ہوں۔ نیز امہات المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما پر زنا کی تہمت لگاتا ہے۔

عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لیے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ یہ حوثی کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ان کے اس منصوبے کی تفسیر ان کا عقیدۂ "ولایتِ فقیہ" کرتا ہے اور اس کی ترجمانی وہ نظریہ کرتا ہے جسے وہ "ظہور کے بعد کی تاریخ" کا نام دیتے ہیں۔ ان کے خودساختہ ومزعوم مہدی کے مشن اور حرکت کے بارے میں ان کے عقائد درج ذیل ہیں:

پہلا: ابوبکر، عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے انتقام لینا۔ ان کے شیوخ نے صراحت کی ہے کہ ان کا منتظر مہدی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو زندہ کرے گا، پھر انہیں کھجور کے تنے پر سولی دے گا اور ہر دن انہیں ہزار بار قتل کرے گا۔ ان کے شیخ مجلسی نے اپنی کتاب حق یقین میں لکھا: "جب مہدی ظاہر ہوگا تو وہ عائشہ کو زندہ کرے گا اور ان پر حد قائم کرے گا"۔

حسین حوثی نے کہا: "اس امت میں ہونے والی ہر برائی، اس امت پر ہونے والا ہر ظلم، اور امت جس جس مصیبت میں مبتلا ہوئی... اس کے ذمہ دار ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں... اور بالخصوص عمر، کیونکہ وہی اس پورے عمل کے ٹھیکنر اور انجینئر تھے"۔ وہ مزید کہتا ہے: "معاویہ، عمر کی برائیوں میں سے ایک برائی ہیں... ابوبکر بھی عمر کی برائیوں میں سے ایک ہیں، اور عثمان بھی عمر کی برائیوں میں سے ایک ہیں"۔ وہ یہ بھی کہتا ہے: "سلف صالحین ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امت کے ساتھ کھلواڑ کیا، وہی ہیں جنہوں نے امت پر ظلم کی بنیاد رکھی اور امت میں تفریق ڈالی"۔

دوسرا: عربوں پر تلوار چلانا: ان کے شیوخ نے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر یہ بہتان باندھا کہ انہوں نے فرمایا: "ہمارے اور عربوں کے درمیان ذبح کے سوا کچھ باقی نہیں رہا"، اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا (اسے رافضی نعمانی نے اپنی کتاب الغیبہ میں روایت کیا ہے)۔ خمینی کی عراق کے عوام پر بے دریغ جنگ بغیر کسی

تفریق کے کہ وہ شیعہ ہیں یا سنی اسی اصول یعنی ''عربوں کے قتلِ عام'' کو نافذ کرنے کی شروعات تھی۔ اوران کا زعم کردہ مہدی عربوں پر اپنی تلوار کیوں چلائے گا؟ کیا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے، ان کے خلفائے راشدین عربی تھے، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم عرب تھے، اور علی اوران کی اولاد رضی اللہ عنہم عرب نہیں تھے؟ کیا ان کا زعم کردہ مہدی خود عربی نہیں؟ یا پھر اس لیے کہ ان کے عقیدے کا موجد ایک سبائی تھا؟

تیسرا: صفا اور مروہ کے درمیان حجاج کا قتلِ عام: انہوں نے گھڑا کہ: ''گویا میں حمران بن اعین اور میسرہ بن عبد العزیز کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان اپنی تلواروں سے لوگوں کو کاٹ رہے ہیں'' (اسے ان کے شیخ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کیا ہے)۔ ان کے امام خمینی نیجو یہ مانتا تھا کہ شیعہ فقیہ ان کے غائب امام کا نائب ہے اس مجوسی خواب کو مکہ مکرمہ کے بلدِ حرام میں تعبیر دینے کی کوششیں کیں۔

3 ذوالحجہ 1406ھ کو انہوں نے جدہ کے شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ ایئرپورٹ کے ذریعے 51 کلوگرام دھماکہ خیز مواد اسمگل کرنے کی کوشش کی تا کہ اسے حرمین شریفین اور مشاعرِ مقدسہ میں استعمال کیا جا سکے۔

5 ذوالحجہ 1407ھ کو انہوں نے چاقو اٹھائے ہوئے جلوس نکالے اور حجاج وعام شہریوں کو دھکیلا، جس سے ہنگامے برپا ہوئے امن وسلامتی غارت ہوا اور 402 افراد شہید ہوئے۔

6 ذوالحجہ 1409ھ کو انہوں نے دو دھماکے کیے: پہلا مسجدِ حرام کی طرف جانے والے ایک راستے میں، اور دوسرا مسجدِ حرام کے متصل پل کے اوپر۔

26 محرم 1438ھ کو حوثیوں نے مکہ کی طرف ایک بیلسٹک میزائل داغا، جسے اللہ کے فضل وکرم سے مکہ پہنچنے سے 65 کلومیٹر پہلے ہی فضا میں تباہ کر دیا گیا۔

چوتھا: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور حجرۂ نبوی کو منہدم ومسمار کرنا:

انہوں نے بہتان باندھا کہ ان کا زعم کردہ مہدی کہتا ہے:

''میں یثرب (مدینہ) آؤں گا اور اس حجرے کو مسمار کر دوں گا'' (اسے ان کے شیخ ابن رستم نے اپنی کتاب دلائل الامامۃ میں روایت کیا ہے)۔ اور انہوں نے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھا کہ: 'قائم (مہدی) مسجدِ حرام کو مسمار کر دے گا یہاں تک کہ اسے اس کی اصل بنیادوں پر لوٹا دے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کو بھی اس کی بنیادوں تک لوٹا دے گا'' (اسے ان کے شیخ طوسی نے اپنی کتاب الغیبۃ میں روایت کیا ہے)۔

جب ان کے زعم کردہ مہدی کو اپنے غار سے نکلنے میں تاخیر ہوئی، تو قرامطہ نے 317ھ کے حج کے موقع پر خانہ کعبہ کا دروازہ اکھاڑ دیا، اس کا غلاف اتار لیا، اور اللہ کے گھر کے حدود میں تقریباً تیس ہزار حجاج اور مقامی لوگوں کو قتل کر دیا، اور حجرِ اسود اکھاڑ کر لے گئے جو بائیس (22) سال تک ان کے قبضے میں رہا۔

پانچواں: دینِ اسلام کو منسوخ کرنا اور آلِ داؤد کی حکومت قائم کرنا:

ان کے شیخ کلینی نے اپنی مقدس کتاب الکافی میں باب قائم کیا: ''اس بات کا بیان کہ ائمہ علیہ السلام جب ظاہر ہوں گے تو داؤد اور آلِ داؤد کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے اور گواہی کا مطالبہ نہیں کریں گے''۔ اور انہوں نے امام محمد بن علی بن حسین (امام باقر) رحمہ اللہ پر افترا باندھا کہ انہوں نے ان کے زعم کردہ مہدی کے بارے میں فرمایا: "خدا کی قسم! گویا میں انہیں رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں سے ایک نئی کتاب پر بیعت لے رہے ہیں، جو عربوں پر سخت ہوگی'' (اسے نعمانی نے الغیبہ میں روایت کیا ہے)۔ دیکھئے تفصیل کے لئے۔ **كشف حقائق الحوثيين حقائق، وثائق، ماذا تعرف عن الحوثيين، اور، الحوثية: اصولها، ونشأتها، وعقائدها، وأهدافها، وسبل مواجهتها، فى شبكة الألوكة نت تاريخ الزيارة 18/9/2026)**

محترم قارئین۔ حوثی تحریک کے عقائد ونظریات اہداف وعزائم اور حقیقت جان لینے کے بعد ہمارے لئے فیصلہ کرنا آسان ہے کہ یہ ایک اسلام دشمن تحریک ہے جسکا مقصد اسلام اور اہلِ حق مسلمانوں کو زک پہچانا ہے۔

خلاصہ الکلام یہ ہے کہ۔ .1 حوثی تحریک ایک رافضی، صفوی اور اثنا عشری تحریک ہے جس نے اپنے عقیدے کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تکفیر (انہیں کافر قرار دینے) اور انہیں سب وشتم (برا بھلا کہنے) پر رکھی ہے۔ .2 یہ اپنے مخالف مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور معروف ومشہور اسلامی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے پیروکاروں میں سے کسی کو بھی قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ انہوں نے زیدی مکتبِ فکر کے ساتھ بھی مل جل کر رہنے کو برداشت نہیں کیا۔ .3 مسلمانوں کے درمیان انتشار، قتل وغارت گری، بے گھر کرنا اور خون خرابا برپا کرنا۔ .4 بیرونی ایجنڈے کے لیے کارندے (ایجنٹ) بن کر کام کرنا تا کہ ملک کو تباہ کیا جا سکے اور لوگوں کے حالات میں ابتری پیدا کی جا سکے۔ .5 اسلامی ورثے وعلمی ذخیرے کو مسمار کرنا، چنانچہ وہ مختلف علوم میں لکھی گئی مسلمانوں کی کتب کو قبول نہیں کرتے۔

اور اس تمام بحث کے آخر میں کچھ ایسے سوالات ہیں جو جواب کے منتظر ہیں:

.1 حوثیوں نے عملی میدان میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف کیا اقدام کیا ہے؟ جبکہ وہ مدتوں سے **الموت لأمريكا، الموت لاسرائيل، اللعنة على اليهود، النصر للاسلام** کا نعرہ بلند کرتے رہے ہیں سچ ہے۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دِکھانے کے اور .2 امریکہ نے حوثی جماعت کو دہشت گردی کی فہرست میں شامل کیوں نہیں کیا؟ اور دہشت گردی کے بہانے ان کے کسی قائد کی عدالت میں پیشی یا محاکمے کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ .3 امریکی ڈرون طیاروں نے صعدہ کے علاقے ''کتاف'' میں القاعدہ کے کچھ افراد پر بمباری کی، لیکن وہاں موجود حوثیوں کے اجتماعات پر بمباری کیوں نہیں کی، باوجود اس کے کہ ان کا نعرہ ''الموت لامریکا'' (امریکہ کی موت) ہے؟ 6۔ حوثیوں کا حرمین شریفین مکہ ومدینہ طیبہ پر شب خونی کرنا کون سا جہاد ہے؟ کیا معصوموں کا خون بہانہ، زمین میں فساد بپا کرنا حجاج ومعتمرین اور امن وامان سے رہنے والے مسلمانوں میں ڈر اور خوف کا ماحول پیدا کرنا کون سی انسانیت ہے؟ 7۔ ابھی حالیہ دنوں میں ان حوثیوں کا جازان میں مسجد پر حملہ کرنا طائف میں اور ریاض وغیرہ کو بم دھماکے سے اڑانے کی دھمکیاں دینا کس اعتبار سے صحیح ہے؟ اللہ تعالیٰ بالخصوص حرمین شریفین نیز تمام عالم کی حفاظت فرمائے ان حوثیوں کی شرارت سے سارے عالم کو پاک رکھے اور انھیں کیفر کردار کو پہنچائے۔ آمین

☆☆☆

ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

توطئة لا تبصرة: یہ بات سب کے لیے باعث فرحت وانبساط، فخر ومسرت، لائق صد شکر ہے کہ اہلحدیثان ہند کا عظیم مرکزی تعلیمی وتربیتی ادارہ، مرکزی دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس ایک زندہ وجاوید حقیقت ہے اور سلفیان ہند کے تعلیمی مرکزی ادارہ کے قیام کے خواب کی عملی اور جیتی جاگتی تعبیر ہے۔ وہ اپنے روز قیام ہی سے نونہالان قوم وملت اور فرزندان ملک وملت اور جماعت اہلحدیث کے لیے تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا مرکزی ادارہ، دانش گاہ، درسگاہ، دانش کدہ وتربیت گاہ اور سلفیان ہند کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ اور دنیا میں اسی حیثیت سے معروف ومشہور ہے۔

یہ بات بھی سب کے یہاں مسلم ہے کہ آزادی کے بعد اور دیگر وجوہات، متطلبات، تقاضائے تعلیم وتربیت اور ایک مرکزی ادارہ کی ضرورت کا احساس جامعہ رحمانیہ دہلی کے بوجوہ بند ہوجانے کے بعد ہی سے پوری جماعت کے دلوں میں شدید رہا جو مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند (آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس) کا ہم وغم، غور وفکر اور تجویز وقرارداد اور تگ ودو کا مرکز بنا رہا۔ تا آنکہ بنارس میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں لادیا گیا۔ بیچ بیچ میں اس کی جلد از جلد تاسیس کے لئے مختلف واقعات وسانحات بھی مزید مہمیز لگاتے رہے اور احساس شدید سے شدید تر ہوتا رہا۔ منجملہ ان کے دارالعلوم دیوبند سے اہل حدیث طلبہ کا محض اہل حدیث ہونے کی وجہ سے اخراج بھی تھا۔ الغرض جماعت وجمعیت کے برسوں کے خواب کی تعبیر بنارس میں اس کی تعمیر کی شکل میں پوری ہوگئی۔

پچھلے کچھ دنوں سے کچھ اہل قلم کے درمیان جمعیت وجماعت خصوصا مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ سے بے حد محبت، عقیدت، اس کی تعمیر وترقی کی چاہت اور اس کی تاریخ اور اس سلسلے میں مختلف اوقات میں کی گئی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی کوششوں، علماء کرام کی فکرمندیوں اور ان کے ذریعہ کئے گئے اقدامات، تجاویز وقرارداد، سفارشات، تحریرات اور دیگر مساعی جمیلہ کے ذکر جمیل اور بطور قند مکرر اس پر بار بار اور مختلف زاویہ اور ناحیہ سے بحث وتحقیق اور اس دور کے پرچوں اور کتابوں کی ورق گردانی، ان سب کا تجزیہ وتحلیل، تبصرہ اور تنقید وتنقیح کی وجہ سے بعض جزئیات اور تجاویز اور تواریخ بابت تاسیس وقیام مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس مختلف نکتہائے نگاہ کے مؤید اور مرجح ہونے میں اختلاف واقع ہوگیا۔

اس سلسلہ میں علمی وتحقیقی بحث ونظر پر قدغن لگائے بغیر اور سوء ظن کا شکار ہوئے اور کئے بغیر اس بات پر زور قلم صرف کرنے اور علمی وتحقیقی اور مخلصانہ، عالمانہ، نقد وتبصرہ اور اظہار رائے اور تبادلہ خیال سے باز رہنے کی تاکید نہیں جاسکتی۔ مگر یہ گزارش کرنے میں شاید کوئی حرج نہ ہو کہ مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ سے اس قدر دلچسپی اور محبت اور اس کے تمام عروج وترقی اور تعمیر وتاسیس سے دیرینہ لگاؤ اور قلبی سکون کے لیے اب سارا زور قلم، فکر وعزم، ہم وغم اس زندہ حقیقت جو اپنی جدارت وصلاحیت ثابت کرچکا ہے کی روز افزوں تعمیر وترقی، تحسین وتزئین اور ہر سطح پر اس کو بام عروج پر پہنچانے کی دامے درمے، سخنے، گفتنے کوششیں ہر جانب سے صرف کی جائیں۔ اور جو جتن کیے جاسکتے ہیں اس بابت وہ سب کئے جائیں۔ تمام جامعات ومدارس، معاہد اور اداروں کے حفظ وبقا کے لئے فکر وعمل کے ساتھ اس مرکزی ادارہ اور ام الجامعات کو خصوصی دعاؤں اور ہر طرح کی تائید وتعریف اور مدد واعانت سے ان کی محبت کا حق ادا کیا جائے۔ اور اسلاف کے خوابوں کی تعبیر، ان کے خیالات وافکار کی اصلی تصویر، ان کی فکرمندیوں اور کوششوں کے ثمرات وبرکات کو مزید بابرکت اور باثمر بنایا جائے، جس کے اصل ہمارے اسلاف وبزرگوں خصوصاً مرحوم ومغفور باذن اللہ، جمعیت کے تمام ذمہ داروں اور متعلقین ووابستگان کی اس یادگار وتذکار کو ہر طرح کی قربانی، ایثار اور محبت ومحنت کو صدقہ جاریہ بنائے رکھا جائے، روز افزوں از دیاد اجر وثواب کا موثر ذریعہ بنایا جاتا رہے۔ اور جس شجر کو انہوں نے اپنی ذہنی، فکری، قلبی اور عملی جد وجہد سے ''اصلها ثابت'' کر دکھایا ہم ''فرعها في السماء'' کے مصداق اپنی فکرمندی اور اخلاص وقربانی سے وقت کے باد سموم کے جھونکوں اور اندرونی وبیرونی، فکری وعملی باد صرصر میں سدا بہار رکھ سکیں۔ اور وہ جن کلمہ اخلاص، توحید خالص، اتباع سنت، احسان وتزکیہ اور تضحیہ ومجاہدہ پر قائم کیا گیا وہ بمصداق قولہ تعالیٰ ''اصلها ثابت وفرعها في السماء توتي اكلها كل حين باذن ربها'' جماعت وملت، وطن عزیز اور چہاردانگ عالم میں اپنا ثمر اور فیض وبرکت عام کرتا رہے۔ اور جامعہ مبارکہ کے قیام کے سلسلہ میں جو توضیحی کلمات مخدوم ومحترم مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب فیضی حفظہ اللہ نے رقم فرمائے ہیں اور جس پر عجلت میں یہ سطور لکھے گئے ہیں کو جریدہ ترجمان کے حوالہ کرتے ہوئے دعا ہے کہ ہمارے جتنے اصحاب قلم نے اپنی صوابدید اور علم کے مطابق جس اخلاص ومحنت سے لکھا ہے اس تحقیقی وتاریخی خامہ فرسائی پر سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور سب کے دلوں میں جاگزیں محبت جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کو قبول فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ علی النبی محمد وسلم۔ (اصغر)

مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ) بنارس کے قیام اور اس کی داغ بیل کی تاریخ کے موضوع پر ناچیز راقم الحروف نے دو رسالے لکھے ہیں اور ان میں مفصل ومدلل طور پر یہ موقف پیش کیا ہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نوگڈھ منعقدہ نومبر ۱۹۶۱ء سے پہلے پڑ چکی تھی، اور اس سلسلہ کے عملی

اقدامات جاری تھے، اور بتدریج پیش رفت ہو رہی تھی، اور نوگڈھ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ہی مرکزی دارالعلوم بنارس کا خاکہ اور نقشہ تیار ہو چکا تھا اور بنارس کارپوریشن میں پختہ نقشہ داخل کر کے تعمیری منظوری بھی حاصل کر لی گئی تھی، اور اب آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں اس کی تاسیس وتعمیر شروع کرنے کا مرحلہ تھا۔

یہ ساری باتیں میں نے پختہ دلائل وشواہد کی بنیاد پر تحریر کی تھیں، لیکن بقول محترم گرامی قدر سہیل انجم صاحب حفظہ اللہ ایک خاص علاقہ (متحدہ بستی وگونڈہ) کے کچھ اخوان جماعت اہل حدیث میں اس بے ضرر تحریر پر خواہ مخواہ ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ حالانکہ نوگڈھ کانفرنس کوئی اسی علاقہ کے جماعت اہل حدیث کی کانفرنس نہیں تھی، بلکہ کل ہند جماعت اہل حدیث کی کانفرنس تھی، بہرحال میں آئندہ سطور میں اسی علاقہ کے بعض بزرگان عظام اور معاصرین کرام کے اس موضوع پر پیش کردہ کچھ بیانات وتصریحات اور تحریریں یکجا پیش کر کے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ان بیانات وتصریحات اور تحریروں کا حاصل مفاد اور بدیہی نتیجہ بھی تو وہی ہے جو مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام اور داغ بیل کی تاریخ کے بارے میں میں نے پیش کیا ہے، تو پھر میرے ہی خلاف یہ ہنگامہ کیوں ہے۔ ہنگامہ ہے کیوں برپا حق بات جو کہہ دی ہے، اور میرے ہی خلاف قرارداد مذمت کیوں پیش اور پاس کیجا رہی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ: ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔ اور درحقیقت۔ نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہے دیگر۔ قارئین آئندہ سطور میں اس دیار کے بعض بزرگان معظم اور معاصرین محترم کے پیش کردہ بیانات اور تحریریں ملاحظہ فرمائیں، اور خالی الذہن ہو کر سنجیدگی کے ساتھ ان کے مدلول ونتیجہ پر غور کریں۔ بعض باتوں کی تکرار تبصرہ ووضاحت کے لئے ضروری اور مجبوری ہے۔

☆ مفکر جماعت مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ (اخبار اہل حدیث، دہلی) شمارہ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں) تحریر فرماتے ہیں:

''قوموں اور ملتوں کی تاریخ میں ایسا بھی دور آتا ہے کہ قومی وملی آثار وروایات کی یاد اور نام کا برقرار رکھ لینا ہی بڑا قومی وملی کارنامہ شمار کیا جاتا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد عملی حیثیت سے سالہا سال (آل انڈیا اہل حدیث) کانفرنس کچھ نہیں تھی، مگر علامہ (عبدالوہاب) آروی مدظلہ کی سیاسی مہارت تھی کہ ظاہری سطح پر کانفرنس کو جوں کا توں زندہ رکھا، جماعت اہل حدیث کی نمائندگی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے کی جاتی رہی۔ آخر آہستہ آہستہ ایک وقت آیا کہ مرکزی درسگاہ کے لئے اراضیات دینے کی پیش کش ہونے لگی، (منتظمہ کمیٹی جامعہ اسلامیہ) اکبرپور جمنی، ضلع بستی (حالیہ سدھارتھ نگر) اور (انجمن) جامعہ رحمانیہ بنارس نے اراضیات کی پیش کش کی، مالیگاؤں، دہلی، بنارس کی میٹنگوں میں مرکزی عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) نے ان پیش کشوں پر غور کر کے بنارس کو ترجیح دیا، یہ ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۰ء کے درمیانی سالوں کی بات ہے۔ یہاں تک کہ نومبر ۱۹۶۱ء میں اجلاس عام نوگڈھ منعقد ہوا۔'' (علامہ عبدالجلیل رحمانی حیات وخدمات ص ۲۵۸ و۲۵۹) مولفہ مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ)

میرے خیال میں کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، قارئین بالتمکین خود دیکھیں

مولانا رحمانی رحمہ اللہ کی اس مختصر مگر واضح تحریر وبیان سے کیا یہ ثابت نہیں ہے کہ مرکزی دارالعلوم کی تحریک اس کے لئے اراضیات کی پیش کش ۱۹۶۰ء سے پہلے یعنی نوگڈھ کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۱ء سے پہلے کی بات ہے، اور یہ بھی نوگڈھ کانفرنس سے پہلے کی بات ہے کہ (مارچ ۱۹۵۹ء میں منعقد مجلس عاملہ کے اجلاس بنارس میں) اہل بنارس کی پیش کش کو ترجیح اور منظوری دی گئی اور وہیں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا حتمی وقطعی فیصلہ کر لیا گیا، اور جیسا کہ آئندہ سطور میں تفصیل آئیگی کہ ۱۹۵۹ء ہی میں دارالعلوم کی عمارت کا ایک ابتدائی نقشہ بنوا کر استصواب رائے کے لئے اسے ''ترجمان'' (دہلی) شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں شائع اور مشتہر کر دیا گیا۔ یعنی یہ سب نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہوا۔

اب اگر کوئی خواہ مخواہ کے لئے یہ دعویٰ کرے کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کی تحریک نوگڈھ کانفرنس ہی میں ہوئی یا اسی موقع کی تحریک پر عمائدین بنارس زمین کی پیش کش کرنے میں گوئے سبقت لے گئے، اور اسی موقع پر ان کی پیش کش پر غور کر کے اسی کو ترجیح اور منظوری دی گئی، تو مولانا رحمانی رحمہ اللہ کی تصریح کے بالمقابل اس دعویٰ کی کیا حیثیت اور کیا قیمت ہو سکتی ہے، وہ ہرگز درخور اعتناء اور قابل قبول نہیں۔ اس دعوی کی تردید اس دیار کے دیگر افاضل کے بیان سے بھی ہوتی ہے، کما سیاتی۔

مولانا رحمانی رحمہ اللہ کے بیان سے یہ بھی ثابت ہے کہ ۱۹۵۷ء کی پیش کش اہل بنارس کی ہے۔ کیونکہ اخوان اکبرپور جمنی کی پیش کش تو جیسا کہ علامہ آروی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے اکتوبر ۱۹۵۸ء میں منعقد مجلس عاملہ کے اجلاس مالیگاؤں کے موقع کی ہے، اور اس وقت تک یہی دو پیش کش سامنے آئی تھی۔

واضح رہے کہ مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت تفصیل کے ساتھ میری دوسری کتاب میں بھی منقول ہے، اور ایک سابق مضمون، شائع شدہ ''ترجمان'' (دہلی) شمارہ یکم اکتوبر (۲۰۱۶ میں بھی منقول ہے۔ یہاں متعلقہ حصہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ فاضل محقق مولانا رفیع احمد سلفی مدنی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''اہل بنارس نے اپنے ذرائع سے دسمبر ۱۹۵۷ء کے قریب صدر صاحب (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس علامہ عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ) کو بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام (کے لئے زمین) کی پیش کش کی، یہ پیش کش اکتوبر یا نومبر ۱۹۵۸ء میں دہرائی گئی،...... مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کا اجلاس یکم مارچ ۱۹۵۹ء کو بنارس میں ہوا، اور اہل بنارس کی پیش کش کو شکریہ کے ساتھ مجلس عاملہ نے بالاتفاق منظور کیا۔ (مولانا عبدالسلام مدنی حیات وخدمات ص ۷۵)

یعنی عمائدین بنارس نے نوگڈھ کانفرنس (نومبر ۱۹۶۱ء) سے بہت پہلے مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش کی جو نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی بالاتفاق منظور بھی ہوئی، اور جیسا کہ تفصیل آئے گی نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی دارالعلوم کا خاکہ اور نقشہ بھی تیار ہوا اور اسے ترجمان یکم دسمبر ۱۹۵۹ء میں استصواب رائے کے لئے شائع بھی کر دیا گیا...، کما تقدم ویاتی۔

☆ فاضل گرامی مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ، قائد جماعت مولانا آروی رحمہ اللہ کی تحریر پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ آروی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر سے درج ذیل امور کا واضح طور پر انکشاف ہوتا ہے (از انجملہ ایک یہ ہے، فیضی):

’’مالیگاؤں کی مجلس عاملہ (منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۸ء) سے پیشتر (اور حسب تحریر علامہ آرویؒ وشیخ رفیع احمد مدنی تقریباً ایک سال پیشتر) بحوالہ جامع المعقول والمنقول علامہ نذیر احمد رحمانی وشیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہما اللہ، قائد جماعت علامہ آروی رحمہ اللہ کو عمائدین بنارس کا پیغام (مرکزی دارالعلوم کے لئے ف) زمین کی پیش کش کے بارے میں پہنچا۔‘‘ (علامہ عبدالجلیل رحمانی حیات وخدمات ص ۵۸)

یعنی عمائدین بنارس نے مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں زمین کی پیش کش کی بات نوگڈھ کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۱ء سے بہت پہلے کی ہے۔

☆ فاضل گرامی شیخ رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’اس میں شک نہیں کہ مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) نے جس مرکزی دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا تھا، نوگڈھ کانفرنس نے اس کو قبول عام دیا، اس معنی میں اگر کہا جائے کہ مرکزی دارالعلوم نوگڈھ کانفرنس کی دین ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔‘‘ (دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے) ’’تاہم یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کا خاکہ اس (نوگڈھ کانفرنس) سے پہلے تیار ہو چکا تھا‘‘۔ (مولانا عبدالسلام مدنی حیات وخدمات۔ص ۷۸)

اور یہ فقط کوئی ذہنی خاکہ نہیں تھا، بلکہ فی الواقع تمام تر عملی خاکہ تھا۔ کیونکہ جیسا کہ گذشتہ بیانات میں یہ تفصیل بیان ہوئی اور آئندہ بھی ہوگی کہ اس نوگڈھ کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۱ء سے بہت پہلے اہل بنارس مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش دسمبر ۱۹۵۷ء کے قریب کر چکے تھے، اور مارچ ۱۹۵۹ء ہی میں مجلس عاملہ اس پر غور وخوض کر کے شکریہ کے ساتھ اس پیش کش کو بالاتفاق قبولیت ومنظوری دے چکی تھی، اور بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام وتعمیر کا حتمی فیصلہ کر لیا گیا تھا، پھر نوگڈھ کانفرنس سے پہلے اسی موقوفہ زمین پر مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کے لئے عمارت کا نقشہ بنوالیا گیا تھا، اور اسے بنارس کارپوریشن میں داخل کر کے پاس اور منظور کرالیا گیا تھا... الخ، یوں نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا خاکہ تیار ہو چکا تھا، اور اس کی داغ بیل پڑ چکی تھی، یعنی ان بنیادی عملی اقدامات کے معنی میں مرکزی دارالعلوم بنارس کو نوگڈھ کانفرنس کی دین کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اقدامات تو نوگڈھ کانفرنس ے پہلے کے ہیں۔

☆ ۱۹۵۷ء میں یعنی نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے عمائدین بنارس نے مرکزی دارالعلوم کے لئے جو زمین کی پیش کش کی تھی بطور خاص اس پر غور کرنے کے لئے یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں بنارس ہی میں مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کا اہم اجلاس زیر صدارت قائد جماعت علوم آروی منعقد ہوا، مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ نے اس کی کاروائی اپنی کتاب ’’تاریخ مرکزی دارالعلوم‘‘ میں اخبار اہل حدیث (دہلی) مورخہ ۱۵/ مارچ ۱۹۵۹ء کے حوالہ سے پیش فرمائی ہے:

’’مرکزی دارالعلوم کی عمارت کے لئے عمائدین بنارس کی طرف سے گراں قدر زمین کی پیش کش ہوئی تھی، اس پر غور اور اس سلسلہ میں عملی اقدامات کے لئے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کا خصوصی اجلاس یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں طلب کیا گیا تھا،... مجلس عاملہ کے اجلاس میں متعدد اہم تجویزیں باتفاق رائے منظور ہوئیں:

(۱) ایک تجویز میں محترم عمائدین بنارس کی اس اہم اور قیمتی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے ماہرین فن تعمیر کے مشورہ سے مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا خاکہ تیار کرنے اور نقشہ بنوا کر بنارس کارپوریشن میں منظور کرانے کے لئے ارباب علم وفضل ودیگر اعیان پر مشتمل گیارہ افراد کی ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔

(۲) دوسری تجویز میں مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کے اسباب وذرائع پر غور وخوض کر کے اس مسئلہ کو سرگرمی سے حل کرنے کے لئے مجلس عاملہ نے اکابرین واعیان علمائے اہل حدیث ہند کے سولہ اشخاص کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔‘‘ (مولانا سلفی کی کتاب ص ۶۵ نیز میری پہلی کتاب ص ۲۴-۲۶)

☆ اس سلسلہ کی علامہ آروی رحمہ اللہ کی ایک اور تحریر مولانا سلفی حفظہ اللہ نے ترجمان: (دہلی) مورخہ ۱۵/ جولائی ۱۹۵۹ء کے حوالہ سے پیش فرمائی ہے:

’’مرکزی دارالعلوم بنارس کے سلسلہ میں دو سب کمیٹیاں بنائی گئی تھیں، ایک دارالعلوم کا خاکہ تیار کرنے اور اس کو ضابطہ کے مطابق بنارس کارپوریشن سے منظور کرانے کے لئے۔ دوسری سب کمیٹی دارالعلوم کی تعمیر کے لئے سرمایہ فراہم کرنے لئے اور دونوں کمیٹیوں کے کنوینز مولانا نذیر احمد رحمانی منتخب ہوئے تھے۔‘‘ (مولانا سلفی کی کتاب ص ۶۷)

☆ مولانا سلفی مزید بیان کرتے ہیں کہ:

ترجمان مورخہ یکم جولائی ۱۹۵۹ء میں زیر عنوان مجلس عاملہ کی قرارداد پر ایک نظر علامہ آروی رقم طراز ہیں:

’’یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (کی مجلس عاملہ) کا جو اجلاس مدن پورہ بنارس میں ہوا تھا اس میں... مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر کے سلسلہ میں دو سب کمیٹیاں بنادی گئی تھیں، ایک دارالعلوم کی عمارت کا خاکہ تیار کرنے کے لئے۔ دوسری مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کے واسطے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے۔ مرکزی دارالعلوم کے سلسلہ میں اب تک کتنا کام ہوا ہے اس کی تفصیل تو مجھے معلوم نہیں، ہاں بنارس کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ عمارت کا نقشہ تیار ہو رہا ہے (مولانا سلفی کی کتاب ص ۶۹)

☆ پھر مولانا سلفی حفظہ اللہ مذکورہ نقشہ کی تیاری میں تاخیر پر روشنی ڈالنے کے لئے علامہ آروی رحمہ اللہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ:

’’خطوط کے ذریعہ یاد دہانی کے بعد اکتوبر ۱۹۵۹ء میں خاکسار بنارس پہنچا، اور اتفاق سے نقشہ تیار کرنے والے بھی سفر سے آ گئے تھے۔

محترم حاجی محمد صدیق صاحب، حاجی محمد فاروق صاحب، مولانا عبدالاحد صاحب، مولانا عبدالمتین صاحب، مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی اور خاکسار نے (مرکزی دارالعلوم کی عمارت کے نقشہ اور) خاکہ کو دیکھا، اور کافی غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد نقشہ میں کچھ جزوی ترمیم کا فیصلہ ہوا، اور نقشہ میرے سپرد ہوا، آرہ پہنچ کر جزوی ترمیم کرادی گئی اور استصواب رائے کی غرض سے ترجمان یکم دسمبر ۱۹۵۹ء میں شائع کرادیا گیا۔ امید ہے کہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ وشوری کے اراکین اور جماعت کے اہل قلم واہل الرائے اور اہل فن حضرات اس نقشہ کو بغور ملاحظہ فرما کر اپنی رایوں سے جلد مطلع فرمائیں گے تاکہ اس کو باقاعدہ بنارس کارپوریشن سے منظور کرانے کے بعد کام کا آغاز کردیا جائے۔'' (مولانا سلفی کی کتاب ص۳۷ میں یہ بیان ترجمان دہلی شمارہ ۱۵/دسمبر ۱۹۵۹ء سے منقول ہے؟

☆ ''ترجمان'' یکم دسمبر ۱۹۵۹ء کے سرورق پر شعاع نور اور شاندار مستقبل کی روشن کرنیں'' کی سرخی کے تحت جو تحریر ہے مولانا سلفی ہی نے اسے بھی پیش فرمایا ہے:

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست　　　آخر آمد ز پس پردہ دیوار پدید

''جماعت کی مرکزی درسگاہ یا اہل حدیث یونیورسٹی کا ابتدائی خاکہ ''ترجمان'' کی زیر نظر اشاعت (مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۹ء) میں شائع ہو رہا ہے، حالات کی ہر طرح کی ناز سازگاریوں کے باوجود، زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز، کے اصول پر جماعت کو عمل پیرا ہونا ہے۔'' (مولانا سلفی کی کتاب ص۱۷)

☆ مذکورہ اکثر باتیں فاضل گرامی قدر شیخ رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ نے بھی انہی حوالوں سے بیان فرمائی ہیں۔ ملاحظہ ہو شیخ محترم کی تالیف لطیف مولانا عبدالسلام مدنی حیات وخدمات صفحات (۷۴۔۷۸) قارئین ان بیانات کو پڑھتے وقت ان میں مذکور سنین کو مستحضر رکھیں تاکہ یہ مستحضر رہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے بارے میں یہ سارے عملی اقدامات نوگڈھ کانفرنس سے پہلے کے ہیں۔

☆ مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ مزید تحریر فرماتے ہیں: قائد جماعت علامہ عبدالوہاب آروی (صدر اجلاس عام نوگڈھ کانفرنس) نے اپنے خطبۂ صدارت میں مرکزی دارالعلوم کا مسئلہ بایں طور ذکر فرمایا ہے:

''مرکزی دارالعلوم کا مسئلہ: بزرگو اور عزیزو! مرکزی دارالعلوم اور اس سلسلہ میں مجلس عاملہ کی تجویز اور متعدد بیانات کچھ عرصہ پہلے ترجمان میں آچکے ہیں، گذشتہ مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس، منعقدہ اکتوبر ۱۹۶۰) نے صدر کانفرنس اور عمائدین بنارس کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی تھی ان پر غور کرتے ہوئے تعمیری کمیٹی کے لئے تین صاحبوں کو منتخب کیا،... تاکہ یہ حضرات بنارس سے زمین کا نقشہ اور پیمائش منگا کر اسلامی درسگاہوں کے طرز تعمیر پر دہلی کے لائق انجینئروں سے مدرسہ کی عمارت کا جلد از جلد نقشہ تیار کریں۔ مجلس عاملہ کی اس تجویز کی اطلاع عمائدین بنارس کو دی گئی، کچھ عرصہ بعد ان کا جواب آیا کہ ہم لوگ اس کام کو خود ہی انجام دیں گے اور اس کے لئے ایک کمیٹی بنادی گئی ہے۔

مگر اب بنارس کے تازہ مکتوب سے معلوم ہوا ہے جو میرے نام آیا ہے کہ: مقامی ذمہ داروں نے بنارس کارپوریشن میں داخل کرنے کے لئے عمارت کا پختہ نقشہ بنوالیا ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کام (مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر) کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں انجام دیں۔'' یہ خط مجلس عاملہ کے غور کے لئے دے دیا گیا ہے۔'' (مولانا سلفی کی کتاب ص۹۲،۹۳)

(ان باتوں کا ذکر صدر محترم کے مطبوعہ خطبۂ صدارت میں ہے تو ظاہر ہے کہ عمائدین بنارس کا یہ مکتوب صدر محترم کو نوگڈھ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے بلکہ اس کے لئے خطبہ صدارت کی تسوید وترتیب یا کتابت وطباعت سے پہلے موصول ہوا ہے جس میں صدر محترم کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ مرکزی دارالعلوم کا پختہ نقشہ بنارس کارپوریشن میں داخل کرنے کے لئے بنوالیا گیا ہے)

فائدہ: محسن جماعت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اخبار اہل حدیث یکم نومبر ۱۹۶۱ء سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ بنارس کے اہل ہمم مرکزی دارالعلوم کے لئے کوشاں ہیں اور اس کا نقشہ بنارس کارپوریشن میں منظوری کے لئے داخل کردیا ہے، جماعت کو ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار رہنا چاہیے۔'' (مولانا مختار احمد ندوی حیات وخدمات ص۴۲۶)

☆ فاضل گرامی مولانا خورشید عبدالجلیل سلفی (سدھارتھ نگری) حفظہ اللہ وسلمہ اپنے مقالہ عالمیت ''مرکزی دارالعلوم بنارس تحریروں کے آئینے میں'' جو تاریخ مرکزی دارالعلوم کے موضوع پر اولین کامیاب کوشش ہے۔ والفضل للمتقدم۔ اس میں ''اخبار اہل حدیث'' (دہلی) شمارہ یکم دسمبر ۱۹۶۱ء کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں:

اس تجویز کے وقت اکابر جماعت اہل حدیث بنارس بھی مجلس (مجلس عاملہ منعقدہ ۱۵/نومبر بمقام آفاق منزل تتری بازار، نوگڈھ، جس کا ذکر آگے آرہا ہے) میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ حضرات دارالعلوم کا پاس شدہ نقشہ بھی ہمراہ لائے تھے، جسے وہ کارپوریشن سے منظور کراچکے تھے۔ تحریر من جانب ادارہ اخبار اہل حدیث (مرکزی دارالعلوم تحریروں کے آئینے میں ص۲۰۸)

☆ مولانا شیخ رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ نے ''البلاغ'' (ممبئی) نومبر ۱۹۹۱ء کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ:

''مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا مجوزہ نقشہ نوگڈھ کانفرنس کے اسٹیج پر آویزاں کیا گیا۔'' (شیخ کی کتاب ص۷۸)

یہ اہل بنارس کا مرکزی دارالعلوم کا پختہ اور کارپوریشن سے منظور شدہ نقشہ لے کر اجلاس نوگڈھ میں آنا اور مجوزہ نقشہ کا اسٹیج پر آویزاں کیا جانا اس حقیقت کا پختہ ثبوت ہے کہ یہ سب عملی اقدامات اور پیش رفت نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہوئے ہیں، اجلاس نوگڈھ میں اس سلسلہ میں کوئی عملی اقدام، اور کوئی عملی پیش رفت ہوئی یا نہیں، اس کے لئے آئندہ کے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ جیسا کہ اوپر صدر محترم علامہ آروی رحمہ اللہ کے خطبہ صدارت کے حوالہ

سے مذکور ہوا کہ صدر محترم کے نام عمائدین بنارس کی طرف سے آئی سرپرستی کی درخواست کو مجلس عاملہ میں غور کے لئے دے دیا گیا، مجلس عاملہ کا اجلاس پروگرام کے مطابق نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر اس کے انعقاد سے ایک روز پہلے مورخہ ۱۵/نومبر کو علامہ آروی کی زیر صدارت بمقام آفاق منزل (تتری بازار نوگڈھ) منعقد ہوا، جس کے ایجنڈا کی دفعہ۴ یہ تھی۔

مرکزی دارالعلوم کے سلسلہ میں بنارس کے حالیہ مکتوب پر غور۔

اس ایجنڈا کا اور اس کے تحت جو کارروائی اور تجویز پاس ہوئی اس کا ذکر راقم الحروف ناچیز کے دونوں رسالوں میں ہوا ہے (ص ۳۵،۳۶،۳۶) اس کا ذکر حضرۃ العلام مولانا داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مضمون میں بالاجمال بایں الفاظ کیا ہے:

"بہ سلسلہ مرکزی دارالعلوم تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ منعقدہ ۱۵/نومبر ۱۹۶۱ء"

(ظاہر ہے اس فقرہ میں اجلاس نوگڈھ سے مراد مجلس عاملہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اجلاس نوگڈھ ہے، نہ کہ اجلاس عام نوگڈھ کانفرنس جس کا آغاز ۱۶/نومبر کو ہوا ہے)

مولانا راز رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون اور اس میں مذکور اس فقرہ اور تجویز کا ذکر ہمارے افاضل شیخ عبدالرزاق سلفی اور مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہما اللہ دونوں نے اپنی اپنی کتاب میں کیا ہے اور اس فقرہ پر ترکیز کرتے ہوئے ناچیز پر تیکھا طنز کیا ہے، اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ مرکزی دارالعلوم کے قیام کے فیصلہ سے متعلق ہے۔ مگر دونوں نے مولانا کی ذکر کردہ اس تجویز کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کیا ہے (اور دانستہ گریز کیا ہے، کیونکہ یہ تجویز کیا ہے اس کی تفصیل دونوں نے میری کتاب میں دیکھی اور پڑھی ہے) آخر اس گریز کی وجہ کیا ہے۔ ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی، بہرحال کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے، اس کی نقاب کشائی کے لئے محولہ اجلاس مجلس عاملہ مورخہ ۱۵/نومبر ۱۹۶۱ء میں اس تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ کی تفصیل مع ایجنڈا وکارروائی مکرر ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، بلکہ ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ایجنڈا دفعہ۴: مرکزی دارالعلوم کے سلسلہ میں بنارس کے حالیہ مکتوب پر غور۔

کارروائی: الف: مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) ناظم انجمن جامعہ رحمانیہ بنارس کے خط پر غور کرتے ہوئے انجمن جامعہ رحمانیہ کے ناظم اور اس کے تمام معاونین کے اس مبارک اقدام پر جو انہوں نے جامعہ (یعنی مرکزی دارالعلوم) کے بارے میں کیا ہے ان کو دلی مبارکباد پیش کرتی ہے اور اس کار خیر میں ان کی ہر طرح ہمت افزائی کرتی ہے، اور ان کے ساتھ تعاون واشتراک عمل کے لئے ہر وقت تیار ہے، لیکن اس کی سرپرستی کے لئے کسی قطعی فیصلہ سے قبل مجلس عاملہ کو اس بات کا انتظار رہے گا کہ انجمن جامعہ رحمانیہ کے ناظم اور اس کے اراکین کی طرف سے سرپرستی کی وضاحت کردی جائے، یعنی دارالعلوم کے تعلیمی وتنظیمی (نصاب تعلیم ونظام تعلیم وبابت آمد وخرچ) امور میں بھی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو کچھ دخل ہوگا؟

ب: اس کارروائی کی ایک کاپی جامعہ رحمانیہ کی خدمت میں بھیج دی جائے، اور ناظم (انجمن جامعہ رحمانیہ) سے استدعا کی جائے کہ اس پر غور کرکے اپنا جواب جلد، مرکز (دہلی) کو بھیج دیں۔ (اخبار اہل حدیث دہلی یکم دسمبر ۱۹۶۱ء)

بالکل واضح ہے کہ اس مجلس عاملہ میں جو ایجنڈا ہے یعنی بنارس کا حالیہ مکتوب اور اس میں عمائدین بنارس کی جو درخواست ہے وہ مرکزی دارالعلوم کے لئے عمائدین بنارس کے زمین کی پیش کش، اس پر غور وفیصلہ، اسے منظوری دینے اور بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ کرنے وغیرہ سے متعلق ہرگز نہیں تھا، کیونکہ یہ مرحلے تو بہت پہلے طے ہو چکے تھے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مسطور بیانات میں مفصل ومدلل مذکور ہوا، بلکہ عمائدین بنارس کی درخواست یہ تھی کہ مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر شروع کرنے سے متعلق تیاری مکمل ہے، پختہ نقشہ بنارس کارپوریشن میں داخل کردیا گیا ہے، (اور مذکورہ اجلاس سے پہلے منظوری حاصل بھی ہوگئی، اور عمائدین بنارس پاس شدہ نقشہ کے ساتھ مجلس عاملہ کے اجلاس میں حاضر ہوئے) ہم مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر کا کام آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں کرنا چاہتے ہیں۔

اہل بنارس کی اس درخواست پر مجلس عاملہ کے اس اجلاس میں جو نوگڈھ اجلاس عام کے انعقاد سے ایک روز پہلے منعقد ہوا، اس میں جو کارروائی ہوئی اور جو تجویز پاس ہوئی وہ اوپر مذکور ہے آپ نے دیکھا۔ فارجع البصر کرتین۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمائدین بنارس کی اس سرپرستی سے متعلق درخواست کو بھی منظوری نہیں دی گئی، بلکہ اسے چند وضاحت طلب امور کی عمائدین بنارس کی طرف سے وضاحت موصول ہونے پر معلق کردیا گیا، (اگر اس درخواست کو اسی مجلس میں منظوری دے دی گئی ہوتی اور سرپرستی کی تجویز پاس ہوگئی ہوتی تو نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر مرکزی دارالعلوم کے قیام کے فیصلہ کی بابت یہ ایک پاس شدہ تجویز ہوسکتی تھی، مگر وہ بھی نہ ہوسکی، اب اگر ہمارے کرم فرما اس سرپرستی کی درخواست کو قطعی منظوری نہ دینے کی تجویز کو مرکزی دارالعلوم کے قیام کے فیصلہ کی تجویز قرار دیں تو اس کو خوش فہمی کہا جائے یا مغالطہ؟

بہرحال مولانا داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس عاملہ کی اسی مذکورہ کارروائی اور تجویز کا اپنے ایک مضمون میں اجمالاً بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

"بہ سلسلہ مرکزی دارالعلوم تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ کانفرنس منعقدہ ۱۵/نومبر ۱۹۶۱ء"

ظاہر ہے اس تجویز اور اس تعلیق کا تقاضا تھا کہ فی الحال مرکزی دارالعلوم بنارس کے موضوع پر آئندہ کی کارروائی کے لئے عمائدین بنارس سے مطلوبہ جواب کا انتظار کیا جائے، چنانچہ اسی لیے نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر مرکزی دارالعلوم سے متعلق اس ایک تجویز اور قرارداد کے علاوہ اس کے بعد کسی قرارداد اور تجویز کے مجلس عاملہ میں پیش اور پاس ہونے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اسی لیے یہ دعویٰ کرنے والوں کو کہ مرکزی دارالعلوم بنارس نوگڈھ کانفرنس ہی کی دین ہے' اپنے اس دعوی کے ثبوت میں پیش کرنے کے لئے ہزار سعی وکوشش اور ہاتھ پیر مارنے کے باوجود نوگڈھ کانفرنس کی کوئی قرارداد نہیں ملی تو بمصداق "الغریق یتشبث بالحشیش" مولانا داؤد راز رحمۃ اللہ کے مذکورہ مجمل جملہ

کو پیش کر کے اپنی جھینپ مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ مولانا راز کے اس جملہ کا ان لوگوں کے دعوی سے اور مرکزی دارالعلوم کے قیام کے فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ مولانا نے اس میں جس تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ کا ذکر کیا ہے، وہ اپنے سیاق وسباق اور پوری تفصیل کی روشنی میں جس کا گذشتہ سطور میں ذکر ہوا، میرے ہی موقف کی تائید میں ہے، ظاہر ہے نوگڈھ کانفرنس سے پہلے مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں زمین حاصل ہو جانا اور اسی پر دارالعلوم کے قیام وتعمیر کا حتمی فیصلہ ہو جانا، اور نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی دارالعلوم کا خاکہ مرتب ہو جانا، اس کا ابتدائی نقشہ بنوا کر استصواب رائے کے لئے اسے شائع اور مشتہر کر دینا، اور پھر پختہ نقشہ بنوا کر بنارس کارپوریشن میں داخل کر کے تعمیری منظوری حاصل کر لینا اور اس کی تاسیس وتعمیر شروع کرنے کا منصوبہ پیش کرنا، اور اس کے لئے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے سرپرستی کرنے کی درخواست کرنا، اور یہ سب نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہونا، کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل نوگڈھ کانفرنس سے پہلے پڑ چکی تھی۔''

بہرحال عمائدین جامعہ رحمانیہ بنارس نے نوگڈھ کانفرنس کے بعد جلد ہی ۲۸/ دسمبر ۱۹۶۱ء کو وضاحت طلب امور کی وضاحت لکھ کر صدر محترم کو بھیج دیں، مگر اس پر کوئی ایک سال بعد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۴/ نومبر ۱۹۶۲ء بمقام دہلی میں غور وخوض ہوا، اور سرپرستی کی نوعیت وتفصیلات طے پائیں اور عمائدین بنارس کی مذکورہ درخواست کو منظوری دی گئی۔ تقریب تاسیس کی تاریخیں طے ہوئیں ۲۹/۳۰ نومبر ۱۹۶۳ء۔ اور دراصل یہاں سے مرکزی دارالعلوم بنارس کی تاسیس وتعمیر سے متعلق کارروائیاں آگے بڑھیں، اعیان بنارس اور عمائدین آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے باہمی رائے مشورہ اور اشتراک عمل سے اس سلسلہ کے اقدامات شروع ہوئے۔ الخ اور مقررہ تاریخ ۲۹ نومبر کو بعد نماز جمعہ سنگ بنیاد رکھا گیا۔

میں نے یہ تفصیلات قبل ازیں اپنے ایک مضمون بعنوان ''الفضل للمتقدم'' شائع شدہ ''ترجمان'' (دہلی) شمارہ یکم جولائی ۲۰۲۴ء میں بھی لکھی ہیں، تکرار در تکرار کے لئے قارئین سے معذرت ہے، مگر جیسا کہ میں نے تمہید میں عرض کیا ہے یہ تکرار تبصرہ ووضاحت کے لئے ضروری اور مجبوری ہے۔

☆ مفکر جماعت مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر جو سب سے پہلے ذکر کی گئی ہے، اس کا جو مدلول ومفاد ہے، آپ کی چند دیگر تحریریں بھی جنہیں فاضل گرامی مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''تاریخ مرکزی دارالعلوم'' میں نقل فرمایا ہے، وہ بھی مولانا رحمانی کی پہلی تحریر کے مخالف نہیں ہیں، بلکہ وہ بھی درحقیقت اس بارے میں میرے موقف کی مؤید ہیں، مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ''ترجمان'' (دہلی) شمارہ یکم جون ۱۹۶۶ء کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اجلاس عام (نوگڈھ) کیا ہوا، ایک مثالی وتاریخی اجتماع، اس اجتماع سے جماعت کو اپنی دینی طاقت اور عملی قوت کا احساس ہو گیا، اس موقع پر یہ بھی طے ہوا کہ جمہوری نقوش وخطوط پر جماعت کی تنظیم کے لئے ایک جامع دستور مرتب کیا جائے، اور کانفرنس (یعنی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کی زیر سرپرستی مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کی خوشخبری لوگوں کو ملی'' (مولانا سلفی کی کتاب ص ۱۱۱)

قربان جایئے مولانا کی دقیق حسن تعبیر کے، مولانا نے دستور کے بارے میں تو یہ تصریح فرمائی کہ ''اس (نوگڈھ کانفرنس کے) موقع پر یہ بھی طے ہوا کہ... ایک جامع دستور مرتب کیا جائے، مگر مرکزی دارالعلوم کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ اس موقع پر بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ ہوا اور طے ہوا کہ بنارس میں مرکزی دارالعلوم قائم کیا جائے۔ بلکہ یہ لکھا کہ اس موقع سے'' کانفرنس یعنی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کی زیر سرپرستی مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کی خوشخبری لوگوں کو ملی۔''

تعبیر کا یہ فرق اور اس کا مختلف مفاد اہل نظر کی نظر میں ہونا ہی چاہیے، یعنی یہ خوشخبری ملی اور لوگوں کو یہ جان کر انتہائی خوشی ہوئی کہ جس مرکزی دارالعلوم کے قیام کے لئے بنارس میں ۱۹۵۷ء میں زمین حاصل ہو چکی تھی اور ۱۹۵۹ء میں وہاں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا حتمی وقطعی فیصلہ ہو گیا تھا، اور دارالعلوم کی عمارت کا نقشہ بھی بنا لیا گیا تھا، اور اس سلسلہ کے عملی اقدامات جاری تھے، اب آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں اس کی تاسیس وتعمیر کا کام شروع ہونے والا ہے۔ فالحمد للہ۔

الغرض مولانا رحمانی کی اس تحریر کا ہرگز یہ تقاضا نہیں کہ مولانا مرکزی دارالعلوم بنارس کو نوگڈھ کانفرنس کی دین قرار دیتے ہیں، ہرگز ان کی تحریر کا یہ مدلول ومفہوم نہیں ہے چہ جائیکہ منطوق ہو۔

☆ اسی اداریہ میں مولانا رحمانی مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اجلاس عام نوگڈھ کے موقع پر جماعت کے سامنے دو منصوبے آئے تھے، ایک مرکزی دارالعلوم کا قیام، دوسرا جماعت اہل حدیث کی دستوری تنظیم'' (ص ۱۱۲)

''مرکزی دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ'' جس کے لئے خاکہ نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی تیار تھا، مذکورہ بالا سطور کو یہاں بھی مکرر پڑھ لیجئے منصوبہ کی مراد سمجھ میں آ جائے گی، یہ منصوبہ کیا تھا وہی مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر شروع کرنے کے لئے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے اہل بنارس کی سرپرستی کی خواست کی منظوری تاکہ یہ کام جلد شروع ہو سکے۔ مگر اس (نوگڈھ کانفرنس کے) موقع پر اس کو بھی منظوری نہیں دی گئی، کما تقدم تفصیلہ مرارا۔ ظاہر ہے یہ منصوبہ مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی تحصیل، یا اس کے لئے کسی کی پیش کش پر غور وخوض اور اس کو منظوری دینا، اور اسی پر دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ وغیرہ نہیں تھا کہ یہ سب مرحلے تو خود مولانا رحمانی کے بیان کے مطابق (نوگڈھ کانفرنس سے پہلے) ۶۰-۱۹۵۹ء میں طے ہو چکے تھے۔

☆ حضرت مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل بنارس (خدا ان کے دین وعلم میں اور دولت میں برکت دے۔ آمین) اجلاس عام نوگڈھ میں مرکزی دارالعلوم کا تصور اور خاکہ لے کر آئے۔'' (مولانا مطیع اللہ سلفی کی کتاب ص ۱۱۳) اور یہ تصور وخاکہ نوگڈھ کانفرنس کے تصور سے بھی پہلے کا تھا کیونکہ نوگڈھ کانفرنس کا تصور ستمبر ۱۹۶۰ء کا ہے، اور مرکزی دارالعلوم بنارس کا تصور

۱۹۵۹ء سے بھی پہلے کا ہے، اور خاکہ بھی کم از کم ۱۹۵۹ء کا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل کی تاریخ'' ص ۹۷-۹۹)

میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ اہل بنارس اجلاس عام نوگڈھ میں مرکزی دارالعلوم کا خاکہ، اور اس کی عمارت کا پختہ نقشہ، اور بنارس کارپوریشن سے منظور شدہ نقشہ لے کر آئے، اور اس منصوبہ اور درخواست کے ساتھ کہ ہم آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں مرکزی دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنا اور اس کی تعمیر کا کام شروع کر دینا چاہتے ہیں، مگر جیسا کہ مکرر سہ کرر لکھا گیا کہ اس مطلوبہ سرپرستی کو نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر منعقد مجلس عاملہ کے اجلاس میں منظوری نہیں دی گئی، اسے موخر اور معلق کر دیا گیا، اور اس موقع سے مرکزی دارالعلوم کے بارے میں کوئی مثبت پیش رفت اور کوئی عملی اقدام نہ ہو سکا۔ تاسیس وتعمیر کا منصوبہ سال دوسال کے لئے مؤخر ہو گیا۔ تکرار کے لئے قارئین سے مکرر معذرت ہے، لیکن قند مکرر کا مزا آئے تو کیا معذورت کرنا۔

☆ یہاں خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تحریر بھی پیش کر دینا مناسب ہوگا جس میں انہوں نے نوگڈھ کانفرنس کے گویا معا بعد اس کی برکات کے بارے میں اپنے تاثرات پیش فرمائے ہیں مولانا رقم طراز ہیں:

''اس اجلاس نوگڈھ کی مبارک ترین کامیابی وسرفرازی صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے دستور جدید کی تشکیل (کے لئے منظوری) جسے جماعتی احیاء وترقی کے لئے نیا نظام وزندہ پیغام کی صورت میں ہماری محترم سب کمیٹی تیار کرے گی...، (ترجمان، یکم جنوری ۱۹۶۲ء، نوگڈھ کانفرنس نمبر ص ۴۴)

دستور جدید کی تشکیل وترتیب اور مجلس عاملہ کی میٹنگ منعقدہ نومبر ۱۹۶۲ء میں پیش ہو کر بالاتفاق پاس ہونے پر مولانا جھنڈانگری اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس موقع پر نہایت فخر اور بکمال اخلاص عرض کرتا ہوں کہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس عام منعقدہ نوگڈھ کی برکات میں نئے دستور کی تیاری اور قدیم دستور میں ترمیم وتنسیخ کی اجازت ہی خاص الخاص برکت ہے۔ (اخبار اہل حدیث، دہلی، یکم جنوری ۱۹۶۳ء)

یعنی حضرت مولانا نوگڈھ کانفرنس کے بعد اس کے قریب کے زمانوں میں جبکہ کانفرنس کی یادیں تازہ تھیں مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کو نوگڈھ کانفرنس کی برکات میں شمار نہیں کرتے تھے اور اس کے کوئی تیس بتیس برس بعد گویا اپنی عمر کے اواخر میں جو کچھ بیان دیا ہے اس میں جو بہت کچھ ژولیدگی اور جھول پول ہے اس کی واقفیت کے لئے راقم الحروف ناچیز کی دوسری کتاب ''مرکزی دارالعلوم بنارس کے داغ بیل کی تاریخ'' (۵۹-۶۴) کا مطالعہ مفید ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

قدیم دستور میں ترمیم اور جدید دستور کی تشکیل کی اجازت ومنظوری کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوگا جب نوگڈھ کانفرنس سے چند برسوں پہلے کا یہ ماحول متحضر ہو، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قدیم دستور میں موجودہ رائج الوقت جمہوری نظام کی طرح پنج سالہ یا سہ سالہ انتخاب کا نظام شاید نہیں تھا، اور تقسیم ملک کی وجہ سے جماعت اہل حدیث جس افتاد سے دوچار تھی اس کی بنا پر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی رفتار عمل بہت کچھ سست تھی۔ اس کو لے کر دہلی میں جماعت کے کچھ جوشیلے اخوان جن میں ابن احمد اطہر نقوی، عبدالودود اظہر، اقبال احمد عمری املوی، مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی، خواجہ قطب الدین مونس دہلوی، حافظ یوسف دہلوی وغیرہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قدیم نظام اور اس کی موجودہ امارت وقیادت کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھے، اور قائد جماعت صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور موجودہ قیادت کے خلاف آئے دن اشتہارات شائع کرتے رہتے تھے، اور شدت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ کانفرنس کا دستور فرسودہ ہے اس کی جلد از جلد تشکیل جدید ہونی چاہیے، اور موجودہ جمہوری طرز پر جسے دیگر مسلم تنظیموں نے بھی اختیار کر لیا ہے، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں بھی پنج سالہ یا سالہ انتخاب کا نظام جاری ہونا چاہیے۔ وغیرہ لیکن موجودہ قیادت شاید اس کو غیر اسلامی یا بروقت غیر ضروری سمجھتی تھی، گویا ایک کش مکش جاری تھی۔ الخ۔ اس کشاکش کے ماحول میں نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر دستور جدید کی تشکیل کی اجازت ومنظوری کو یقیناً ایک بڑی کامیابی اور بڑی برکت سمجھا گیا۔

مخلصانہ التماس: اخوان جماعت سے بصد ادب وبکمال اخلاص التماس ہے کہ وہ گذشتہ صفحات میں مذکور ومسطور بزرگان مکرم ومعاصرین محترم کے پیش کردہ بیانات وتصریحات کو سنجیدگی کے ساتھ پڑھنے کی زحمت فرمائیں، اور غیر جانبدارانہ ومنصفانہ طور پر غور فرمائیں اور دیکھیں کیا یہ تحریریں یہ تصریحات وبیانات اس حقیقت پر دلالت نہیں کرتے ہیں کہ:

☆ اہل بنارس نے نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے مرکزی دارالعلوم کے قیام کے لئے بنارس میں اپنی زمین کی پیش کش کی۔

☆ اور نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے ہی مجلس عاملہ میں بصد شکریہ اس کو قبولیت ومنظوری دی گئی۔

☆ اور نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے ہی مرکزی دارالعلوم کا خاکہ ونقشہ مرتب کیا گیا اور ''ترجمان'' میں اسے شائع ومشتہر کیا گیا۔ اور بنارس کارپوریشن میں نقشہ داخل کر کے اس کے لیے تعمیری منظوری حاصل کرنے کی تجویز پاس کی گئی۔

☆ اور پھر نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی پختہ نقشہ کارپوریشن میں داخل کر کے منظوری حاصل کی گئی۔

☆ اور نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی اہل بنارس نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سامنے منصوبہ رکھا کہ ہم اس کی سرپرستی میں تاسیس وتعمیر کا کام شروع کرنا چاہتے ہیں۔ الخ

☆ اور اہل بنارس پاس شدہ نقشہ ساتھ میں لے کر نوگڈھ کانفرنس میں حاضر ہوئے۔ اور مجوزہ نقشہ کانفرنس کے اسٹیج پر آویزاں بھی کیا گیا۔''

الغرض مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ کلیدی قسم کے عملی اقدامات نوگڈھ کانفرنس سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔ لہذا یہ موقف بالکل واقع کے مطابق اور صحیح ہے کہ:

''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل بہرحال نوگڈھ کانفرنس سے پہلے

ہے۔'' تاہم اگر قوی ومستند دلائل وشواہد سے یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ موقف جن اساسات پرمبنی ہے ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے، مثلاً نہ یہ ثابت ہے کہ اہل بنارس نے نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے ۵۸/۱۹۵۷ء میں مرکزی دارالعلوم کے قیام وتعمیر کے لئے بنارس میں زمین کی پیش کش کی۔ نہ یہ ثابت ہے کہ نوگڈھ کانفرنس سے بہت پہلے ۱۹۵۹ء میں اس پیش کش کو قبولیت ومنظوری دی گئی، اور وہاں مرکزی دارالعلوم کے قیام وتعمیر کا حتمی فیصلہ کیا گیا۔ نہ یہ ثابت ہے کہ اس موقوفہ ومنظور شدہ زمین پر ۱۹۵۹ء میں ہی مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا کوئی خاکہ ونقشہ بنایا اور مشتہر کیا گیا، وغیرہ وغیرہ تو ناچیز کو اپنے اختیار کردہ موقف کی صحت پر اصرار، اور اس پر نظر ثانی کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ

اور جب مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام سے متعلق یہ کلیدی امور اور عملی اقدامات نوگڈھ کانفرنس سے پہلے انجام پذیر ہوئے نہ کہ نوگڈھ کانفرنس میں تو بالکل ظاہر ہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کو نوگڈھ کانفرنس ہی کی دین کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔

ناچیز نے پیشتر ازیں ان بیانات اور ان جیسے دیگر بیانات کو (جو میری سابقہ تحریروں میں مذکور ہیں) پڑھنے کے بعد ہی یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل نوگڈھ کانفرنس سے پہلے پڑ چکی تھی'' (اور بقول فاضل گرامی شیخ رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ'' یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کا خاکہ اس (نوگڈھ کانفرنس) سے پہلے تیار ہو چکا تھا'' اور حسب بیان علامہ عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ، اہل بنارس اجلاس عام نوگڈھ میں مرکزی دارالعلوم کا خاکہ لے کر آئے'') ورنہ میں بھی پہلے وہی کچھ جانتا مانتا تھا جو مشہور تھا، اور ''پاکوڑ کانفرنس'' (مارچ ۲۰۰۴ء) کے موقع پر اپنے بعض تاثرات میں ایسا ہی کچھ لکھا بھی تھا جو اس وقت ''ترجمان'' میں شائع بھی ہوا تھا، (لیکن جیسا کہ معلوم ہے کہ ہر مشہور بات مستند نہیں ہوتی) اس موضوع پر میرا موجودہ موقف کسی قسم کی عصبیت پر ہرگز مبنی نہیں ہے، بلکہ مذکورہ قسم کے بیانات وتصریحات کی روشنی میں میری معلومات کی حد تک علم وتحقیق پر مبنی ہے۔ جن لوگوں کو اس بارے میں میرے اندر کسی قسم کی عصبیت کی بو محسوس ہو رہی ہے، وہ ان کے قوت شامہ کی غلطی ہے، اور نری بدگمانی ہے، یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم –اعاذنا الله منه.

جہاں تک نوگڈھ کانفرنس کے ایک مثالی وتاریخی کانفرنس ہونے اور اس کی ممتاز حیثیت واہمیت اور افادیت کی بات ہے تو یہ محتاج بیان نہیں، اس کا ذکر میں نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے، اس کے خلاف میرے دل میں کبھی وسوسہ بھی پیدا نہیں ہوا ہے، واللہ علی ما نقول شہید۔

اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ نوگڈھ کانفرنس میں حسب ضرورت بروقت اعلانات شائع کرنے کے لئے سائیکلو اسٹائل مشین مدرسہ فیض عام مئو سے لے جائی گئی تھی، محترم مولانا عبدالرحمن رحمانی ابن الشیخ مبارکپوریؒ بروقت مطلوبہ اعلانات کتابت کرکے اسی سے چھاپتے تھے، یہ بات مجھ سے بارہا شیخنا المکرّم مفتی مولانا حبیب الرحمن فیضی رحمہ اللہ سے بھی اور محترم مولانا عبدالرحمن رحمانی حفظہ اللہ نے بھی بیان فرمائی ہے، مولانا رحمانی حیات ہیں ان سے تصدیق کی جاسکتی ہے، عافاہ اللہ ورعاہ۔ آمین

(مدرسہ فیض عام میں ہم لوگ برسوں اس مشین پر امتحانی پرچوں کی طباعت کرتے رہے ہیں، یہ سلسلہ فوٹو اسٹیٹ مشین کی سہولت آنے سے پہلے تک جاری رہا، اور اب بالکل موقوف ہوگیا ہے)

ہماری گفتگو جس مرکزی دارالعلوم کے بارے میں ہے اور جو ہماری بحث کا محور ہے، وہ وہی مرکزی دارالعلوم ہے جس کے ۱۹۵۹ کی مجلس عاملہ میں بنارس میں قیام کا قطعی فیصلہ ہوا اور قائم بھی ہوا اور ہے اور جو بعد میں جامعہ سلفیہ سے موسوم ومعروف ہوا۔

فاضل گرامی مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''تاریخ مرکزی دارالعلوم'' (بنارس) میں بعنوان ''کیا مطلوبہ مرکزی دارالعلوم قائم ہوگیا؟'' جو کچھ لکھا ہے، ناچیز کو اس سے بحث نہیں ہے۔ موصوف نے مذکورہ سوالیہ عنوان قائم کرکے لکھا ہے: ''اس کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ: ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔'' مگر آگے علامہ آروی رحمہ اللہ کی اس موضوع پر ایک تحریر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''قارئین کرام سے مودبانہ التماس ہے کہ علامہ آروی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحریر بنظر عمیق پڑھیں اور بار بار غور کریں کہ کیا مرکزی دارالعلوم بنارس، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند (آل انڈیا اہل حدیث کانفر) کا مطلوبہ مرکزی ادارہ ہے؟ (ص ۱۰۶-۱۰۸)

میں سمجھتا ہوں فاضل موصوف کا رجحان یا اشارہ واضح ہے۔ مگر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔

استدراک: متعلقہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا تصور وخاکہ نوگڈھ کانفرنس کے تصور سے پہلے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل بنارس ۵۸/۱۹۵۷ء میں مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں جس زمین کی پیش کش کر چکے ہیں اور یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں جس کو منظوری دی جا چکی ہے۔ اور وہاں پر مرکزی دارالعلوم کے قیام کا قطعی وحتمی فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کا خاکہ اور ابتدائی نقشہ بھی بنوا کر دسمبر ۱۹۵۹ء میں استصواب رائے کے لئے شائع ومشتہر کر دیا گیا ہے۔ اور اب اس مرکزی دارالعلوم کا پختہ نقشہ بنوا کر بنارس کارپوریشن میں داخل کرکے تعمیری منظوری حاصل کرنے کا مرحلہ ہے، اس بارے میں اہل بنارس سے تاخیر ہو رہی ہے تو اس پر غور کرنے اور کام میں تیزی لانے کے لئے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہونے والا ہے۔ اب اسی موقع سے مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ نے اخوان بستی وگونڈہ کو مشورہ دیا کہ وہ اس دیار میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اجلاس عام منعقد کرنے کے لئے مجلس عاملہ میں درخواست دیں۔

چنانچہ مولانا عبدالمبین منظر رحمہ اللہ درخواست لے کر دہلی گئے اور مجلس عاملہ میں درخواست پیش کی، لیکن چونکہ اس مجلس عاملہ کے ایجنڈا میں یہ مسئلہ پہلے سے نہیں تھا اس لیے باجازت صدر کے تحت اس درخواست پر غور وخوض کے بعد اس درخواست کو منظوری دی گئی، اور ایک سال کا وقت دیا گیا، اور نومبر ۱۹۶۱ء میں اجلاس عام نوگڈھ منعقد ہوا، ملاحظہ ہو: علامہ عبدالجلیل رحمانی، حیات وخدمات'' ص ۲۴۴۔

اس تفصیل کو جان لینے اور مستحضر کرنے کے بعد بھلا ہے کوئی جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا تصور اور خاکہ نوگڈھ کانفرنس سے پہلے کا ہے...،،

استدراک: (۱) متعلقہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا تصور و خاکہ، اجلاس عام نوگڈھ کے تصور سے بھی پہلے۔ اس کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(اہل بنارس ۵۸/ ۱۸۵۷ء میں مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں جس زمین کی پیش کش کر چکے ہیں، اور یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں جس کو منظوری دی جا چکی ہے، اور وہاں پر بالاتفاق مرکزی دارالعلوم کے قیام کا قطعی وحتمی فیصلہ ہو چکا ہے، اور اس کی عمارت کا خاکہ اور ابتدائی نقشہ بھی بنوا کر دسمبر ۱۹۵۹ء میں استصواب رائے کے لئے شائع ومشتہر کر دیا گیا ہے، اور اب مرکزی دارالعلوم بنارس کا پختہ نقشہ بنوا کر بنارس کارپوریشن میں داخل کر کے تعمیری منظوری حاصل کرنے کا مرحلہ ہے۔ اس سلسلہ میں اہل بنارس سے تاخیر ہو رہی ہے۔ تو اس معاملہ پر غور کرنے اور کام میں تیزی لانے کے لئے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں، دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہونے والا ہے) اب اسی موقع سے مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ نے ستمبر ۱۹۶۰ء میں اخوان بستی وگونڈہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے دیار میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اجلاس عام منعقد کرنے کے لئے مجلس عاملہ میں درخواست دیں، چنانچہ حضرت مولانا عبدالمبین منظر رحمہ اللہ درخواست لے کر دہلی گئے، اور مجلس عاملہ میں درخواست پیش کی۔ لیکن چونکہ اس مجلس عاملہ کے ایجنڈا میں یہ مسئلہ پہلے سے نہیں تھا۔ اس لئے باجازت صدر کے تحت اس درخواست پر غور وخوض کے بعد اس درخواست کو منظوری دی گئی اور ایک سال کا وقت دیا گیا، اور نومبر ۱۹۶۱ء میں اجلاس عام نوگڈھ منعقد ہوا۔ (علامہ عبدالجلیل رحمانی۔ حیات وخدامت،، ص ۲۴۴)

اس تفصیل کو جان لینے اور مستحضر کرنے کے بعد بھلا ہے کوئی جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کا قطعی فیصلہ اور عملی خاکہ نوگڈھ کانفرنس کے تصور سے بھی پہلے کا ہے۔

(۲) متعلقہ علامہ آروی ومولانا راز دہلوی وغیرہ اراکین آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے خلاف ہنگامہ آرائی واشتہار بازی، حوالہ کے لئے دیکھیں:

مقالات علامہ عبدالحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (۲/ ۴۳۰-۴۳۹)، وعالمی سیمینار: علامہ عبدالحمید رحمانی۔ حیات وخدمات (۱/ ۲۲)

نیز کچھ اسی معاملہ سے متعلق حضرت علامہ نذیر احمد رحمانی املوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل اہم تحریر بھی ملاحظہ ہو:

’’آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس عام منعقدہ نوگڈھ میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی اور حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی، ان کو معلوم ہے کہ اس موقع پر کانفرنس کے موجودہ اراکین کے خلاف کیسی برہمی اور ناراضگی پھیلی ہوئی تھی، جذبات کا اک طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا، ہر طرف شکوہ شکایت کا دفتر کھلا ہوا تھا، عام طور پر غم وغصہ کا اظہار کیا جا رہا تھا، لیکن جب اس کا اعلان ہوا کہ کانفرنس کے موجودہ دستور میں ترمیم کی تجویز پاس ہو چکی ہے، تو بہت کچھ سکون ہوا، اور یہ کہتے سنا گیا کہ خیر کم ازکم اس جدید دستور کی تیاری اور اس کی اشاعت تک صبر وضبط سے کام لیا جائے۔،، (حضرت علامہ نذیر احمد رحمانی املویؒ۔ نقوش واثرات۔ ۲/ ۵۷۸)

(۳) ’’الفضل للمتقدم،، کی توضیح کے لئے ملاحظہ ہو: ’’باقیات مضامین فیضی،، مطبوعہ ۲۰۲۶ء نیز راقم کی کتاب، ’’مرکزی دارالعلوم بنارس کے داغ بیل کی تاریخ،، (ص ۶۶-۶۹) یہ کتاب تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس کے موضوع پر مولانا عبدالرزاق سلفی حفظہ اللہ کی کتاب کا جواب اور پوسٹ مارٹم ہے، زیر نظر مقالہ بھی اس کے جواب کے لئے کافی وشافی ہے۔ ان شاء اللہ۔ جواب الجواب کے طور پر لکھی گئی کسی کتاب میں تکرار کا ہونا لازمی وفطری ہے، جو وضاحت وتبصرہ کے لئے لابدی اور ضروری ہے بلکہ مجبوری ہے، باقی رہا، راقم کی مذکورہ کتاب کے بارے میں بعض الناس کا بلادلیل تلبیس وتدلیس کا الزام واتہام تو وہ محض جھینپ مٹانے کے لئے ہے، اور ’’رمتنی بدائہا وانسلت،، کا مصداق ہے۔

(۴) علامہ شبلی نعمانیؒ اپنے ایک معروف رسالہ ’’عالمگیر اورنگ زیب پر ایک نظر،، میں رقم طراز ہیں: ’’بہت سی باتیں کسی خاص سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتی ہیں، پھر عام تقلید کے اثر سے شہرت عام کی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو مقید وتحقیق کا خیال نہیں آتا، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات میں داخل ہو جاتی ہیں۔،، (بالاختصار وبالمعنی)

یعنی حالانکہ وہ باتیں تنقید وتحقیق کی رو سے واقع کے خلاف اور غلط ہوتی ہیں۔ مرکزی دارالعلوم بنارس کے نوگڈھ کانفرنس ہی کی دین ہونے اور اسی موقع پر اس کے قیام کا فیصلہ لئے جانے کی باتیں بھی درحقیقت وفی الواقع ایسی ہی ہیں، اسی قبیل کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر مشہور بات مستند نہیں ہوتی، یا جو بات مشہور ہو جائے ضروری نہیں کہ وہ مستند بھی ہو۔ مثالوں کے لئے دیکھیں غیر مستند مشہور احادیث اور غیر مستند مشہور واقعات کے موضوع پر تحریر شدہ کتابیں۔

ذمہ داران آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس علامہ آروی وغیرہ کے خلاف دہلی سے جو اشتہار بازی ہو رہی تھی اس سلسلہ میں بزرگوار اطہر نقوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ پمفلٹ ہندوستان میں مختلف جگہوں پر بھیجے جاتے تھے، اور انہوں نے واقعی پوری جماعت میں ہیجان برپا کر دیا تھا بستی وگونڈہ سے بڑے ہی پرجوش قسم کے خطوط آتے تھے، جن میں اس تحریک کی والہانہ انداز میں تائید کی جاتی تھی۔،،

مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:

’’بستی، گونڈہ اور سدھارتھ نگر کے سلسلہ میں وہیں کے ایک باصلاحیت عالم مولانا عبدالمعید اسلم ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ’’یہ اضلاع اور ان کے متصل نیپال کے علاقے عقلی وفکری طور پر نابالغ ہیں، اس لئے ہر بھیڑ کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔،، ان کی یہ بات تجربات کی روشنی میں بہت حد تک درست ہے۔،،

(مقالات عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ ۲/ ۴۳۸)

☆☆☆

امام الہند مجدد عصرؒ کے تجدیدی کارنامے

ابو مصلح الکریمی

بیسویں صدی عیسوی کا اوائل ہندوستان کی تاریخ کا اہم موڑ ہے جب ملک صبح آزادی کے لیے کروٹیں بدل رہا تھا۔لیکن مسلمان من حیث القوم بالاکوٹ کی شکست وریخت اور پسپائی اور پھر ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں وقتی ناکامی کی مار جھیل کر قومی منظرنامے سے یا تو بوجوہ دور کردیئے گئے تھے یا خود کارزار حیات سے الگ ہوکر گوشہ عافیت میں شعوری یا غیر شعوری طور پر چلے گئے تھے۔حالانکہ یہی وہ وقت تھا جس میں پوری قوت وتوانائی، استقامت وعزیمت، حوصلہ وپامردی اور دینی وایمانی بصیرت کے ساتھ ملک واہل وطن کی امامت وقیادت درکار تھی۔جس کی تاریخی طور پر ان کے پاس اساس وروایت موجود تھی کہ کس طرح مختلف صبر آزما حالات اور ناگفتہ بہ ادوار میں اس امت نے حدی خوانی وگلہ بانی کا فریضہ انجام دیا تھا اور ہنوز جن کے نقوش پاتازہ تھے۔ایسا نہیں ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں زندگی کی رمق باقی ہی نہیں تھی اور ان کے دست وبازو یک دم شل ہوگئے تھے۔تاہم بوجوہ ان کی ڈکشنری میں زندگی کے معنی وتعبیر بدل گئے اور انہوں نے جنوں کا نام خرد اور خرد کا جنون رکھ دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ من حیث القوم پولیٹیکل جدوجہد سے الگ تھلگ رہنے کو اپنی قومی پالیسی سمجھ بیٹھے تھے اور ملک کی سیاسی زندگی کا سارا میدان اپنے ہندو بھائیوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔بلکہ ان کا رویہ ابنائے وطن کی سیاسی جدوجہد کی مخالفت والا بن گیا تھا۔یہ تصویر کا ایک رخ ہے مگر دوسرا رخ زیبا اور تاریخ کا روشن چہرہ وہ بھی ہے جسے وہابی تحریک آزادی کہا جاتا ہے اور جس کی مؤثر، ہمہ گیر اور مسلسل تاریخ ہے، جس کی قیادت صادقان صادق پور کررہے تھے اور جس کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو اولین وزیر اعظم ہند نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اگر ہم پورے ہندوستان کے سارے ہندوستانیوں کی قربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں اہل صادق پور (اہل حدیث) کی قربانیوں کو رکھیں تو اہل صادق پور کا پلڑا بھاری ہوگا''۔

اس وقت مسلمانوں کے مذہبی حالات بھی کم قابل رحم نہ تھے۔پڑھے لکھے لوگوں میں عوام کی اصلاح وتربیت کے حوالے سے لاتعلق ولاپرواہی پائی جارہی ہے۔ اوراس پر مستزاد دین ودنیا کی تفریق تھی۔اکثر تعلیم یافتہ مذہبی خیال اور روایات کی تحقیر کرنے اور دینی تعلیمات کو خلاف قیاس وعقل گردانتے پر آمادہ تھا۔ان کی نگاہ میں مذہب اور سائنس دو الگ الگ چیزیں تھیں جن میں امتزاج ناممکن تھا۔

علماء ومشائخ کا حال واحوال اور رویہ بھی انتہائی مایوس کن تھا۔ان کا عام مسلمانوں کی موت وحیات سود وزیاں سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔وہ اپنی خول میں بند اور سرمست تھے۔انقلابات ایام اور تبدیلی روزگار سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا چہ جائیکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ناگفتہ بہ حالات میں امت کے کردار کی وضاحت کرتے اور لائحہ عمل تیار کرکے آگے بڑھتے اور ابنائے ملک کے دوش بدوش آگے بڑھتے اور آزادی کے بعد ان کے رول اور پوزیشن کو متعین کرنے کی تگ ودو کرتے۔ یہ ساری باتیں ان کے نزدیک خالص دنیاداری سمجھی جاتی تھیں۔

دوسری طرف انگریزوں کی سازشوں کے نتیجے میں ملک میں فرقہ وارانہ منافرت والی ذہنیت بھی عروج پر تھی۔ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین روایتی بھائی چارہ اور اعتماد کی جگہ منافرت اور شکوک وشبہات کی خلیج واقع ہوگئی تھی۔جس کی وجہ سے آزادی کا خواب دیوانے کی بڑ معلوم ہونے لگا تھا۔

ایسے حالات میں عزم واستقامت کے پہاڑ، عالم ربانی، آیۃ من آیات رحمانی، مفسر قرآن، متکلم اسلام، خطیب دوراں، جدوجہد آزادی کے میر کارواں مولانا ابو الکلام کی ڈائمک شخصیت ہندوستان کے مطلع انوار سے جلوہ گر ہوئی اور ان کی ادارت میں کلکتہ سے ''الہلال'' پھر ''البلاغ'' نمودار ہوا اور اس شان وشوکت کے ساتھ نمودار ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری نگاہیں اس کی طرف منعطف ہوگئیں۔مجدد عصر مولانا ابو الکلام آزادؒ کے زور قلم، جولانی فکر، حدت طبع اور مضامین نو کی بجلیاں دیکھتے ہی دیکھتے غلام ہندوستان کی فضائے بسیط اور مسلمانوں کے عافیت کدہ فکر وخیال میں ارتعاش پیدا کرنے لگیں۔مسلمانوں کے مایوس اور مضمحل وجود میں امید وبیم اور اعتماد ویقین کی خوابیدہ چنگاریاں پھر سے اٹھنے لگیں اور مولانا کی عالمانہ تقریروں اور شعلہ بار تحریروں اور مخلصانہ جدوجہد کے اثرات ہر طرف محسوس کیے جانے لگے۔مولانا کی تفسیر ترجمان القرآن اسلام کی صحیح سائنسی تعبیر وتشریح پیش کرکے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر سے نیچریت کا استیصال کررہی تھی۔ان کی سیاست میں عملی مشارکت سے آزادی وطن کی قومی تحریک میں مسلمانوں کی پہلے کی طرح اور نئی امنگ اور ترنگ کے ساتھ اپنا تاریخی کردار نبھارہے تھے۔تذکرہ اور تاریخ عزیمت ودعوت جیسی کتابیں جہاں مسلمانوں کے دینی ومذہبی جمود پر تیشہ زن ہورہی تھیں وہاں نئے ہندوستان میں ان کے تاریخی وکلیدی کردار وذمہ داریوں کی ترغیب بھی دے رہی تھیں اور امام دارالہجرہ مالک بن انس، امام اہل السنہ احمد بن حنبل، تاریخ کے سب سے کامل اور عظیم مجدد، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امامین شہیدین سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید کے تذکار جمیل سینے کے داغ کو تازہ کرنے میں اہم کردار ادا کررہے تھے۔

آپ نے ایسے ماحول میں جب کہ انگریزوں کی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی کے زیر اثر ہندو مسلم منافرت شباب پر تھی اور بڑے بڑے رہنما اس میں ملوث ہوگئے تھے۔مولانا آزادؒ نے متحدہ قومیت کی بات کی اور اس نظریے کو عمل وبرتاؤ

میں نافذ کرنے کے لیے مبارک سعی فرمائی۔ آپ نے زور دے کر کہا کہ

’’ہندو مسلم اتحاد ہماری تعمیرات کی وہ پہلی بنیاد ہے جس کے بغیر نہ صرف ہندوستان کی آزادی بلکہ ہندوستان کی وہ تمام باتیں جو کسی ملک کو زندہ رکھنے اور ترقی کرنے کے لیے ہو سکتی ہیں محض خواب و خیال ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ اس کے بغیر انسانیت کے ابتدائی اصول بھی اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے۔ آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بلندیوں سے اتر آئے اور قطب مینار پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دے کہ سوراج ۲۴ گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہو جائے تو میں سوراج سے دست بردار ہو جاؤں گا، مگر اس سے دست بردار نہ ہوں گا۔ کیوں کہ اگر سوراج ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو عالم انسانیت کا نقصان ہے‘‘۔

مولانا آزاد مجدد عصر تھے۔ جدید ہندوستان کے معمار تھے۔ قومی و ملی سیاست کے روح رواں تھے۔ انہوں نے یہی نہیں کہ دو قومی نظریے کو مسترد کیا بلکہ آخری وقت تک اس کی مخالفت کرتے رہے۔ مولانا نے سیاست و مذہب کے مابین پیدا کردہ دوئی کو مٹایا۔ انہوں نے قول و عمل سے ثابت کر دیا کہ ایک سچا مسلمان بھی ملک کی سیاست، معاشرت و معیشت، ادب و صحافت، علم و تحقیق، سائنس و ٹکنالوجی اور فنون لطیفہ کے میدانوں میں اہم کردار ادا کر کے فخر محسوس کر سکتا ہے۔ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

’’میں مسلمان ہوں اور فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم اسلام کے علوم و فنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔ لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے‘‘۔

مولانا آزاد عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بیک وقت مفسر تھے، محقق تھے، فقیہ تھے، متکلم تھے، کئی زبانوں کے ماہر اور ممتاز ادیب تھے۔ ممتاز صحافی و انشاء پرداز تھے، تجربہ کار سیاست داں تھے، مدبر تھے، مفکر تھے، قابل ترین منتظم تھے۔ انہوں نے جس میدان میں بھی قدم رکھا اس کو جدیدیت اور ترقی کے اوج پر پہنچا دیا۔ عقیدہ و ادیان، فقہ، تاریخ، فنون لطیفہ علم و دانش کوئی بھی قلمروان کے قدم کی دھمک سے نا آشنا نہیں تھا۔

مولانا آزاد بابصیرت عالم دین، روشن دماغ مدبر، فکر رسا قائد تھے۔ اللہ نے ان کو دور رس فکر و نگاہ عطا کی تھی۔ وہ الٰہی بصیرت و فراست کی روشنی میں کوئی بھی فیصلہ نہایت سوچ سمجھ کر لیتے تھے۔ اور جب کوئی فیصلہ لیتے تو اس پر پوری استقامت کے ساتھ ڈٹے رہتے تھے۔ چونکہ وہ تقسیم وطن کے بڑے مخالف تھے اس لیے وطن سے ہجرت کو بزدلی اور فقدان ہمت سے تعبیر کرتے تھے۔ جب آخری قافلہ دہلی سے روانگی کے لیے جامع مسجد میں اکٹھا ہوا تھا تو اس موقع پر مولانا آزادؒ نے کس قدر جذباتی اور منطقی انداز و اسلوب میں خطاب کیا تھا اور اپنے موقف کی وضاحت فرمائی تھی۔

’’یہ دیکھو، مسجد کے بلند مینار تم سے اچک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ دہلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی ہے وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا۔ بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرائے، بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا، صرصر اٹھے تو اس کا رخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان سے کہا تمہارا راستہ یہ نہیں۔ یہ ایمان کی جاں کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے گریبانوں سے کھیلنے لگے اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے جیسے اس پہ کبھی ایمان ہی نہیں تھا‘‘۔

مولانا آزادؒ جب آزاد ہندوستان کے اولین وزیر تعلیم بنائے گئے تو انہوں نے وزارت تعلیم کو تکنیکی و سائنسی اساس پر اس طرح استوار کیا کہ آج تک وہ بڑی کامیابی کے ساتھ ملک کی تعلیمی و تربیتی ضرورتوں کو پورا کر رہی ہے۔ انہوں نے تعلیم و تربیت سے متعلق کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا جسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ نوع بنوع ترقی کے باوجود آج بھی تعلیم کا ہر مرحلہ انہی خطوط پر گامزن نظر آتا ہے۔

مولانا آزاد کا ایک تجدیدی کارنامہ تعلیم نسواں کا فروغ بھی ہے۔ کیوں کہ اس وقت تک جمود و تعطل کا شکار دینی ماحول میں تعلیم نسواں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مولانا نے ببانگ دہل فرمایا:

’’ہم صاف صاف کہہ دیتے ہیں اور اسے فیصلہ قطعی سمجھ لو اصول مسلمہ کی طرح مان لو کہ جب تک متعارف پردہ ہندوستان سے نہ اٹھے گا جب تک عورتوں کو جائز آزادی اور وہ آزادی جس کا اسلام مجوز ہے نہ دی جائے گی غلامی میں رکھ کر اور پردے کی تقلید کے ساتھ تعلیم دینی نہ صرف فضول بلکہ مضر اور اشد مضر ہے اس کی ایک نہیں بیسوں مثالیں مل جائیں گی۔ کہ اس قسم کی تعلیم برے بچے پیدا کرتی ہے یا کم از کم ایسی تعلیم سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا‘‘۔

ادب و صحافت کے میدان میں قدم رکھا تو وہ ندرت زبان و بیان اور جدت اسلوب کے موجد و بانی کہلائے۔ الہلال والبلاغ جاری کیا تو زبان و بیان اور فکر و خیال کی بلندی کے ساتھ ساتھ اس کی ترتیب و پیشکش کو بھی معراج عطا کیا جب پہلی بار الگ کیٹ اپ ساتھ ٹائپ پر رنگین فوٹو کے ساتھ کوئی اردو اخبار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔

غرضیکہ مولانا آزاد نے جس میدان میں بھی قدم رکھا اس میں تجدیدی کارنامے انجام دیے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے جدید ہندوستان میں مولانا کی اہمیت و معنویت برقرار ہے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

ماہ ربیع الآخر ۱۴۴۸ھ کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۱۲/ستمبر ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۴۸ھ مطابق ۱۲/ستمبر ۲۰۲۶ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث کمپلیکس ،ابوالفضل انکلیو، نئ دہلی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ ربیع الآخر کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے مگر کہیں سے بھی رؤیت ہلال ماہ ربیع الآخر کی مصدقہ ومستند خبر موصول نہیں ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل بروز اتوار ماہ ربیع الاول کی ۳۰ویں تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا دوسرا اعلیٰ سطحی راحتی وفد آسام کے سیلاب متاثرہ مقامات کے دورے پر

۲۱/ستمبر ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی اور ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی کی قیادت اور صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کے نائب امیر عبدالحمید خان اور ناظم مولانا عبدالرشید سلفی کی معیت اور صوبائی جمعیت اہلحدیث آسام کے امیر مولانا حفظ الرحمٰن مدنی ودیگر ذمہ داران کی رہنمائی میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا اعلیٰ راحتی وفد آسام کے دورے پر ہے۔ یہ دورہ ۱۹/ستمبر ۲۰۲۶ء سے شروع ہوکر ۲۲/ستمبر ۲۰۲۶ء تک جاری رہے گا۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند سے ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں دی گئی۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ سطحی راحتی وفد نے آسام کے سیلاب متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ وہاں کی تازہ صورتحال سے آگاہی حاصل کی ، متاثرین کی دلجوئی کے کلمات کہے اوران کے مابین چیک اور نقد ریلیف تقسیم کی۔ اور ان کے مابین مرکزی جمعیت کے وفد نے جو ۱۹/ستمبر کی شام میں جورہاٹ پہنچ چکا تھا، متاثرہ علاقوں کا صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کی معیت میں دورہ کیا پھر ۲۰/ستمبر کو صبح سے ۱/بجے تک ریلیف کی تقسیم کا کام کیا ۲۱/ستمبر کو پھر یہ قافلہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کی رہنمائی اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی معیت میں ریلیف کا کام مزید علاقوں میں کیا۔

اس راحتی وفد نے جن سیلاب متاثرہ مقامات کا دورہ کیا ان میں ضلع شیوساگر کے نیپالی کوٹھی، سنتوک اور بیہوبور، سنگل بستی وغیرہ مقامات قابل ذکر ہیں۔ واضح رہے کہ اس موقر راحتی وفد کے پیش نظر دیگر متاثرہ مقامات کا دورہ اور متاثرین کی ریلیف کے ساتھ ساتھ ان کی بازآبادکاری بھی ہے، یہ دورہ کل تک جاری رہے گا۔

واضح رہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ سطحی راحتی وفد نے سیلاب کے معاًبعد آسام کے سیلاب متاثرہ مقامات کا دورہ کر کے ضروری اشیاء تقسیم کی تھی اور ان کے کھانے ، پینے وغیرہ کے انتظام وانصرام کیا تھا۔ اور آئندہ بھی بعض نئ جگہوں پر باقیماندہ ریلیف کے لیے وفد عازم آسام ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اس وفد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی اور ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی بھی شریک تھے۔ اسی طرح مرکزی جمعیت کے تعاون سے صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے ذمہ داران نے بھی متاثرہ مقامات کا ایک خصوصی دورہ کیا تھا اور متاثرین کے درمیان ریلیف وغیرہ تقسیم کی تھی۔

مدینہ منورہ میں فکری انحرافات کے سدباب پر بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد۔ عالمِ اسلام کی ممتاز علمی ودینی شخصیات کے ساتھ امیر محترم کی شرکت۔ اخوت واعتدال کے پیغام پر زور

دہلی: 3/ اکتوبر 2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے جاری ایک اخباری بیان میں کہا گیا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے زیرِ اہتمام مرکز ملک سلمان الدولی کے عظیم سیمینار ہال میں 27 تا 28 ستمبر 20260ء منعقد ہوئی بین الاقوامی کانفرنس بعنوان ''فکری انحراف کے سدباب میں سعودی کی مساعی'' میں شرکت کی اور ''فکری انحرافات کے سدباب میں سعودی یونیورسٹیز کے فضلائے کرام کی کاوشیں'' کے عنوان پر خطاب فرمایا۔

اس عظیم دوروزہ علمی اجتماع میں مملکتِ سعودی عرب اور عالمِ اسلام کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والی ممتاز علمی ودینی شخصیات نے شرکت کی۔ کانفرنس میں متعدد ائمہ حرمین، سعودی عرب کی مختلف جامعات، مؤسسات اور علمی وتحقیقی اداروں کے ذمہ داران ومدیران شریک ہوئے۔ عالمِ اسلام کے مختلف ممالک سے مفتیانِ کرام، علما اور دینی وعلمی شخصیات کی شرکت نے اس اجتماع کی علمی معنویت اور وقار میں مزید اضافہ کیا۔

کانفرنس کی ایک نمایاں خصوصیت مدینہ منورہ کے گورنر عزت مآب شہزادہ سلمان بن سلطان بن عبدالعزیز آل سعود کی بنفسِ نفیس شرکت تھی۔ سمو الامیر نے 28 ستمبر کی شب اپنے شاہانہ وپُرشکوہ قصر میں کانفرنس کے شرکا کے اعزاز میں ایک پرتکلف عشائیے کا بھی اہتمام فرمایا۔ یہ پُروقار میزبانی سعودی عرب کی روایتی مہمان نوازی، اہلِ علم سے تعلق ومحبت اور علمی سرگرمیوں کی قدردانی کا ایک حسین مظہر تھی۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اس عظیم

الشان کانفرنس میں شرکت میرے لیے باعثِ مسرت اور لائقِ صد شکر و امتنان ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی جانب سے منعقدہ اس عالمی کانفرنس میں وطنِ عزیز ہندوستان سے شرکت کا موقع ملا اور میں نے اپنا مقالہ ''فکری انحراف کے سدباب میں ہندوستان کے اندر سعودی عرب کے فضلائے کرام کی کاوشیں'' کے عنوان سے پیش کیا۔ میں نے اپنے مقالے میں وطنِ عزیز ہندوستان میں وسطیت و اعتدال کے فروغ، اخوت و بھائی چارہ اور مودت و محبت کے جذبات کے فروغ، شدت پسندی، دہشت گردی اور فکری انحراف کے سدباب میں ہندوستان میں سعودی عرب کی جامعات کے فضلائے کرام کی علمی، دعوتی اور اصلاحی خدمات کو اجاگر کیا، نیز اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ نوجوانوں کو ایک بہتر انسان، اچھا مسلمان اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے کن فاسد افکار و نظریات سے بچنا چاہیے، معاشرے میں نوجوانوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے اور ملکی قوانین کی پاسداری کیوں ضروری ہے؟ اس سلسلے میں ہندوستان میں سعودی جامعات کے فضلائے کرام کی جانب سے مدارس و جامعات، جلسوں، اجتماعات اور فتاویٰ کے ذریعے انجام دی جانے والی خدمات کا ذکر کیا، نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے وسطیت و اعتدال، مذہبی و مسلکی رواداری، اخوت ومحبت اور باہمی احترام کے فروغ کے لیے کی جانے والی مساعی کا بھی تذکرہ کیا کہ اس سلسلے میں متعدد عظیم کانفرنسیں، سیمپوزیم، جلسے اور علمی مجالس منعقد ہوئیں، جن میں ملک کے سابق وزیر اعظم، وزیر داخلہ، متعدد وزراء، مختلف صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور وطنِ عزیز کے مختلف مذاہب۔ ادیان کے رہنماؤں اور دھرم گروؤں نے شرکت کی، اور ان پروگراموں کے ذریعے اعتدال و وسطیت، مذہبی رواداری اور باہمی اخوت کے فروغ کے لیے مؤثر پیغام عام ہوا اور ان کے خوش گوار اثرات معاشرے میں نمایاں طور پر محسوس کیے گئے۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے اس موقع پر عالمِ اسلام کے مختلف ممالک سے تشریف لائے ہوئے علمائے کرام، مفتیانِ عظام اور اہلِ علم سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا، جس سے یہ احساس مزید پختہ ہوا کہ عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز کا مقابلہ علمی بصیرت، اعتدال اور باہمی تعاون کے ذریعے ہی مؤثر طور پر کیا جاسکتا ہے۔ اس کامیاب اور بامقصد کانفرنس کے انعقاد پر ہم خدام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ذمہ داران، مملکتِ سعودی عرب کی قیادت وحکومت، منتظمین کانفرنس اور تمام علما و مشائخ کے تہِ دل سے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمہ جہت اور لامتناہی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔

یقیناً مملکتِ سعودی عرب کی علمی، دینی، دعوتی اور انسانی خدمات عالمِ اسلام کے لیے ایک گراں قدر اور مثالی ہیں۔ مختلف میدانوں میں جاری ان مخلصانہ کوششوں سے امتِ مسلمہ کے بے شمار طبقات مسلسل مستفید ہو رہے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان سے سعودی عرب کے دوطرفہ دوستانہ تعلقات ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کے مختلف میدانوں میں ممد و معاون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو مزید وسعت و دوام عطا فرمائے اور مملکت کے علما و ذمہ داران کو دین وملت کی مزید خدمت کی توفیق بخشے۔

مولانا نے فرمایا کہ اس سفر کو آسان بنانے اور کانفرنس میں شرکت کو یقینی بنانے کے لئے جن احباب ومشائخ اور عزیزوں نے بہتر کردار ادا کیا اور بڑی فکر مندی دکھائی ان میں عزیزم شاہ فہد سنابلی سلمہ اللہ ووفقہ قابل ذکر ہیں۔ وہ مدینہ منورہ میں دوروزہ قیام کے دوران بھی سایہ کی طرح ساتھ رہے اور جو مثبت کردار ادا کیا وہ لائق تعریف اور ہمت افزائی ہے۔ اللہ ان کو دین و دنیا کی ترقی عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو فکری اعتدال، علمی بصیرت، باہمی اخوت اور امتِ مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی کے فروغ کا وسیلہ بنائے، اور اس کے انعقاد میں حصہ لینے والے تمام افراد کو دنیا وآخرت میں بہترین اجر سے نوازے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام بائیسواں دوروزہ عظیم الشان آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم یکم و ۲/نومبر کو دہلی میں رجسٹریشن کا عمل جاری ہے۔ پورے ملک میں قرأو حفاظ اور طلبہ دینی وعصری جامعات کے اندر کافی جوش وخروش

دہلی: ۵/اکتوبر ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام بائیسواں دوروزہ عظیم الشان آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم یکم و ۲/نومبر کو دہلی میں حسب روایات نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہورہا ہے۔ جس میں پورے ملک سے بلاتفریق مسلک بڑی تعداد میں دینی مدارس وجامعات اور عصری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسیٹیوں کے طلبہ شریک ہورہے ہیں۔ رجسٹریشن کا عمل جاری ہے اور پورے ملک میں مسابقہ کے تئیں قرأو حفاظ اور طلبہ دینی وعصری جامعات کے اندر کافی جوش وخروش پایا جارہا ہے۔ اس مسابقہ کے کل چھ زمرے ہیں۔ زمرہ اول حفظ وتجوید قرآن کریم (کامل)، زمرہ دوم حفظ وتجوید قرآن کریم (بیس پارے)، زمرہ سوم حفظ وتجوید قرآن کریم (دس پارے)، زمرہ چہارم حفظ وتجوید قرآن کریم (پانچ پارے)، زمرہ پنجم ناظرہ قرآن کریم (کامل)، زمرہ ششم ترجمہ وتفسیر قرآن کریم پر مشتمل ہے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں دی گئی۔

اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے فرمایا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے نام آخری پیغام اور پوری انسانیت کے لیے ہدایت، رحمت اور رہنمائی کا ابدی سرچشمہ ہے۔ اس کی روشن تعلیمات انسان کو عقیدہ، عبادت، اخلاق، معاملات، معاشرت اور زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کا راستہ دکھاتی ہیں۔ قرآن کریم محض تلاوت کی کتاب نہیں، بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو عدل، امن، مساوات، اخوت، رواداری، انسانی احترام اور حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے۔

انہوں نے اس مسابقہ کی اہمیت وضرورت واضح کرتے ہوئے مزید کہا کہ موجودہ ملکی وعالمی تناظر میں جب کہ دنیا مختلف بحرانوں، جنگوں، ظلم وناانصافی، اخلاقی زوال، معاشرتی انتشار اور فکری بے راہ روی کا شکار ہے۔ ایسے پُرفتن دور میں قرآن کریم کی تعلیمات کی ضرورت اور معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ قرآن انسان کو اعتدال، صبر، برداشت، انصاف اور باہمی احترام کا درس دیتا ہے۔ اگر بنونوع انسان خصوصاً مسلمان قرآن کو سمجھ کر پڑھیں، اس کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں

اور دوسروں تک اس کا پیغام پہنچائیں تو فرد کی اصلاح کے ساتھ معاشرے میں امن، اتحاد، خوش حالی اور حقیقی ترقی کی راہ ہموار ہونا یقینی ہے۔

امیر محترم نے مسابقہ کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنے، اس کی تعلیم وتدریس، تلاوت وتفہیم اور اس پر عمل کو ملک و معاشرہ میں رواج دینے اور نئی نسل کے اندر مسابقتی ذوق ورجحان پیدا کرنے کی غرض سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ایک مدت سے ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کرتی آرہی ہے، جس میں پورے ملک سے بلاتفریق مسلک بڑی تعداد میں دینی مدارس وجامعات اور عصری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسیٹیوں کے طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

عالم اسلام کی معروف علمی وادبی شخصیت، عربی زبان کے ممتاز ادیب ودانشور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی کا انتقال عالم اسلام کا علمی وادبی خسارہ/مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

نئی دہلی: ۷/اکتوبر ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے عالم اسلام کے معروف عالم دین، عربی زبان کے ممتاز ادیب ودانشور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم، عربی مجلّہ ''البعث الاسلامی'' کے ایڈیٹر اور انٹیگرل یونیورسٹی لکھنو کے چانسلر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور عالم اسلام کا علمی وادبی خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی کی شخصیت علمی ذوق، وقار، سادگی، تواضع، اعتدال، علماء کی قدردانی، طلبہ نوازی اور اعلیٰ اخلاق وکردار کا زریں عنوان تھی۔ انہوں نے پوری زندگی عربی زبان وادب کے گیسو سنوارنے، نسل نو کی اعلیٰ تعلیم وتربیت اور دین متین کی خدمت کے لیے وقف کردی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ملکی وملی حلقوں میں بلکہ عالم اسلام میں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مولانا سلفی نے مزید کہا کہ ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی صاحب مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ذمہ داران کے بڑے قدرداں تھے، ناچیز سے والہانہ محبت کرتے تھے، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں کے مواقع پر جرائد ورسائل اور سوئینئر کے لیے پیغام ارسال کرتے تھے اور مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس، صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی اور مرکزی جمعیت کی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنسوں میں بنفس نفیس شرکت فرماتے تھے۔

امیر محترم نے کہا کہ موجودہ زمانہ میں مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی کی شخصیت گنی چنی شخصیات میں غنیمت تھی۔ اور ان کے علم وفضل کا فیض تادیر جاری رہے گا جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ ان شاء اللہ امیر محترم نے اپنے پیغام میں مولانا کے جملہ پسماندگان اور ندوۃ برادری سے قلبی تعزیت کی ہے اور وہ ان کی مغفرت، بلندی درجات اور دارالعلوم ندوۃ العلماء ودیگر اداروں کے نعم البدل کے لیے دعا گو ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۲ کا)

وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾][لتوبۃ :108] ترجمہ: ''یقیناً وہ مسجد جو پہلے ہی دن سے تقویٰ کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے، اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی اختیار کرنا پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ، فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ'' ترجمہ: ''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ان دونوں مسجدوں میں سے کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی لی، انہیں زمین پر مارا، پھر فرمایا: ''یہ تمہاری یہی مسجد ہے'' یعنی مسجد مدینہ۔ (صحیح مسلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ'' ترجمہ: بے شک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مساجد میں سے ہے۔ (صحیح مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي'' ترجمہ: ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا''۔ (متفق علیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' إِنَّ مِنْبَرِي عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ'' ترجمہ: ''بے شک میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کے کنارے ہوگا''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''جنت کے باغ کیا ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' حِلَقُ الذِّكْرِ'' ترجمہ: ''ذکر کی مجلسیں''۔ (مسند احمد، سنن ترمذی)

منبر کے پاس جھوٹی قسم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ حَلَفَ بِيَمِينٍ آثِمَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ'' ترجمہ: ''جو شخص میرے اس منبر کے پاس گناہ والی جھوٹی قسم کھائے، اسے چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے، خواہ یہ قسم ایک معمولی سی سبز لکڑی کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو''۔ (ابن ماجہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مَنْ حَلَفَ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا بِيَمِينٍ كَاذِبَةٍ يَسْتَحِلُّ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ عَدْلًا وَلَا صَرْفًا'' ترجمہ: ''جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے، جس کے ذریعے وہ کسی مسلمان کے مال کو اپنے لیے حلال قرار دینا چاہتا ہو، تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی فرض قبول کرے گا اور نہ کوئی نفل''۔ (سنن نسائی)

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا بَيْنَ مِنْبَرِي وَحُجْرَتِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجنةِ'' ترجمہ: میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ایک دوسری روایت: ''مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' ترجمہ: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (متفق علیہ؛ دوسری روایت مسند احمد میں ہے) ☆☆

ہندوستان کی قدیم دینی دانش گاہ جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس کے سابق ناظم اعلی اور مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے رکن منتظمہ جناب حامد حلمی صاحب کا انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ہندوستان کی قدیم دینی دانش گاہ جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس کے سابق ناظم اعلی اور مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے رکن منتظمہ جناب حامد حلمی صاحب کا ۱۶/ستمبر ۲۰۲۶ء ساڑھے چار بجے شام طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 80 /سال بنارس میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب حامد حلمی صاحب مدن پورہ بنارس کے مشہور تاجا گھرانہ کے چشم وچراغ اورنہایت خلیق ومتواضع تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت جامعہ رحمانیہ بنارس سے اوراعلی عصری تعلیم بنارس ہندو یونیورسٹی سے حاصل کی۔ اللہ تعالی نے آپ کو بڑی خوبیوں اور قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ نے جامعہ رحمانیہ مدنپورہ کو جدید تعلیمی اصولوں کے مطابق بڑی ترقی دی اور شعبہ نسواں کو عروج بخشا اور اس میں فضیلت تک تعلیم ہونے لگی۔ آپ اپنے اعلی اخلاق وکردار اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے بنارس میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ہارٹ کے مریض تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ، دوصاحب زادے عبدالعزیز،عبدالرحیم اور دوصاحب زادیاں، ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز بتاریخ ۱۷/ستمبر ۲۰۲۶ء بوقت دس بجے صبح طیب شاہ مسجد مدنپورہ میں ادا کی گئی اور تدفین آبائی قبرستان مدنپورہ ،سگرآباد بنارس میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ،جنت الفردوس کا مکین بنائے , پسماندگان ومتعلقین کو صبرو سلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

ضلعی جمعیت اہل حدیث سوپول بہار کے ناظم مولانا محمد داؤد اسلامی صاحب کو صدمہ: یہ خبرانتہائی رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ضلعی جمعیت اہل حدیث سوپول بہار کے ناظم مولانا محمد داؤد اسلامی صاحب کے بڑے بھائی محمد سلیمان بن طیب علی صاحب ساکن چھوٹاٹاپو(سوبھنکر پور)ضلع سپول بہار کا ۲۰/ستمبر ۲۰۲۶ء شب ۱۱/بج کر ۳۵ منٹ پر لمبی علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب محمد سلیمان صاحب خلیق و ملنساراورمہمان نواز تھے۔ان کے جنازہ کی نماز بتاریخ ۲۱/ستمبر ۲۰۲۶ء بوقت دس بجے صبح چھوٹاٹاپوقبرستان سوپول میں ادا کی گئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،جنت الفردوس کا مکین بنائے،پسماندگان ومتعلقین کوصبروسلوان عطافرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعاگو: اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے خازن اور اورنگ اباد کی معروف سماجی ورفاہی اور ملی شخصیت جناب حنیف انعامدار صاحب کو صدمہ عظیم: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے خازن اور اورنگ اباد کی معروف سماجی ورفاہی اور ملی شخصیت جناب حنیف انعامدار صاحب کی ہمشیرہ محترمہ کا بتاریخ ۲۳/ستمبر ۲۰۲۶ء بوقت ڈھائی بجے دن طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 85 /سال کھائی ہاسپٹل اورنگ آباد میں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نیک ،خلیق وملنسار، مہمان نواز اور پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ان کے شوہر جناب محمد شریف صاحب مرحوم کا شمار اورنگ آباد کی ممتاز سماجی ،رفاہی ،تعلیمی ، اصلاحی اور صحافتی شخصیات میں ہوتا تھا۔آپ مقدس ڈیلی کے نام سے ایک اخبار بھی نکالتے تھے۔نماز جنازہ اور تدفین اسی دن بوقت گیارہ بجے شب پنچ کنواں قبرستان، سٹی چوک اورنگ آباد،مہاراشٹر میں ہوئی۔

پس ماندگان میں ایک بیٹے محمد شفیق صاحب اور آٹھ بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے ، پسماندگان ومتعلقین خصوصا جناب حنیف انعامدار صاحب کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔(شریک غم وعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جماعت کے معروف عالم دین، متعدد کتابوں کے مترجم اور داعی مولانا سعید اختر سلفی مدنی صاحب کا انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جماعت کے معروف عالم دین ،متعدد کتابوں کے مترجم اور داعی مولانا سعید اختر سلفی مدنی صاحب کا بتاریخ ۲۶/ستمبر ۲۰۲۶ء بوقت تقریبا آٹھ بجے شام طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً 65 /سال ممبرا ممبئی میں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا سعید اختر سلفی صاحب صاحب اتر پردیش کی مردم خیز بستی اکرہرا سدھارتھ نگر کے معروف علمی خانوادے کے چشم وچراغ اورنہایت شریف،خلیق اور متواضع عالم دین تھے۔آپ کے دادا مولانا عبدالعظیم صاحب اور والد مولانا عبدالصبور رحمانی صاحب رحمہما اللہ علاقہ کے معتبر علمائے دین میں سے تھے۔آپ نے مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ سے اعلی تعلیم حاصل کی۔آپ نے شارجہ کورٹ میں مترجم کی حیثیت سے کام کیا۔اس دوران متعدد دینی ودعوتی کتب کے ترجمے بھی کیے۔المعہد الاسلامی اکرہرا سدھارت نگر کے کئی سالوں تک ناظم رہے۔دعوت وتبلیغ سے بھی شغف رہا۔مہلک مرض سرطان کے مریض تھے۔مولانا دوران طالب علمی جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ناچیز کے ساتھ بڑے بھائی کی طرح بڑی محبت سے پیش آتے رہے۔ان کے جنازہ کی نماز دوسرے دن بتاریخ ۲۷/ستمبر ۲۰۲۶ بعد نماز عصر جامعہ اسلامیہ ممبرا کی جامع مسجد میں ادا کی جائے گی اور تدفین ممبرا ممبئی کے ایم ایم ویلی قبرستان میں عمل میں آئی۔پسماندگان میں اہلیہ اور پانچ لڑکے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے ،پسماندگان ومتعلقین کوصبروسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) ☆☆

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80

REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25

Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006

Under U (C) - 277/2023-25

October 1-15-2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

دینی مدارس وجامعات اور اسکولز اور کالجز کے طلبہ کے لیے ★ ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے ★ اور ہزاروں روپے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

سنہرا موقع

بائیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ
1-2/نومبر 2026ء
مطابق: ۲۰-۲۱/جمادی الاولی ۱۴۴۸ھ
اتوار، سوموار
بوقت:
۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر اوکھلا
نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
27/اکتوبر 2026ء

مقابلے کے زمرے

- اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- چہارم: حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ یکم/نومبر ۲۰۲۶ء بروز اتوار بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھی کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔

اغراض و مقاصد:

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ہزاروں روپے کے نقد انعامات ☆ حوصلہ افزائی کے لیے متعدد ومختلف النوع انعامات ☆ ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

شرائط شرکت مسابقہ:

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ❷ زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم کے لیے ۲۵ سال سے عمر زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر ۲۵ سال مقرر ہے۔ ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

اہم وضاحت:

☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم کے امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

ایک ادارہ سے مسابقہ کے ہر چھ زمرے میں صرف ایک ایک طالب علم ہی شریک ہوسکتے ہیں۔

نصاب تجوید

☆ زمرہ اول (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، وقواعد تفخیم وترقیق، قواعد مد اور صفات لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق اور قواعد مد)
☆ زمرہ سوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم ناظرہ (مخارج حروف، حدر کے انداز میں سننا (مخارج کے سوال نہ ہوں گے)

آمد ورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے اور جریدہ ترجمان کے آئندہ شماروں سے بھی کاپی کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶

فون: 011-43259001، موبائل 9213172981, 8744033926

الداعی

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006. Editor. Md Khurshid Alam